International Islamic University Islamabad
Faculty of Islamic Studies

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد
فیکلٹی آف اسلامک سٹڈیز

ایم اے اسلامیات

غیرت کے نام پر قتل اسلامی نقطہ نظر سے

Project of MA (Islamic Studies)

نگران مقالہ: میڈم ساجدہ تمثال مظفر راشد ترابی
لیکچرر ان شعبہ اردو (ویمن کیمپس)

مقالہ نگار: سلمیٰ نور

رجسٹریشن نمبر: [illegible]

2012-2013

Faculty of Islamic Studies

فیکلٹی آف اسلامک سٹڈیز

ایم اے اسلامیات

غیرت کے نام پر قتل اسلامی نقطہ نظر سے

Project of MA (Islamic Studies)

88/100

نگران مقالہ: میڈم ساجدہ جمیل حفظہا اللہ تعالیٰ

مقالہ نگار: سلمی نور

رجسٹریشن نمبر: 65-FU/MAU/S11

2012–2013

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والدین کے نام جنہوں نے مجھے اس مقام تک پہنچایا

بھائی بھابھی کے نام

جنہوں نے ہر قدم پر میری رہنمائی اور معاونت کی

بے پناہ حمد و ثنا اس شان کریمی کی جس کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر ادا کرنا کسی انسان کے بس میں نہیں۔

میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی انتہائی شکر گزار ہوں کہ اس کی مہربانی سے میں اپنی تحقیق مکمل کرنے کی اہل ہوئی ہوں۔

بے شک تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس کے اذن کے بغیر کوئی کام بھی پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا۔

میں اپنے والدین اور خاص کر اپنے بھائی کی شکر گزار ہوں جن کی مدد اور دعائیں میری زندگی کے تمام تعلیمی مراحل میں میرے لیے مشعل راہ رہیں۔

میں بے حد مشکور ہوں اپنی نگران مقالہ میڈم ساجدہ جمیل کی جن کی خصوصی توجہ اور حوصلہ افزائی سے میں یہ مقالہ پایہ تکمیل تک پہنچا پائی۔

میں اپنی تمام دوستوں کی بھی مشکور ہوں، خاص کر ہما شاہد کہ جنہوں نے وقتاً فوقتاً میری حوصلہ افزائی کی جس کے نتیجے میں یہ مقالہ لکھ پائی۔

سلمیٰ نور

بے پناہ حمد و ثنا اس شان کریمی کی جس کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر ادا کرنا کسی انسان کے بس میں نہیں۔

میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی انتہائی شکر گزار ہوں کہ اس کی مہربانی سے میں اپنی تحقیق مکمل کرنے کی اہل ہوئی ہوں۔

بے شک تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس کے اذن کے بغیر کوئی کام بھی پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا۔

میں اپنے والدین اور خاص کر اپنے بھائی کی شکر گزار ہوں جن کی مدد اور دعائیں میری زندگی کے تمام تعلیمی مراحل میں میرے لیے مشعل راہ رہیں۔

میں بے حد مشکور ہوں اپنی نگران مقالہ میڈم ساجدہ جمیل کی جن کی خصوصی توجہ اور حوصلہ افزائی سے میں یہ مقالہ پایہ تکمیل تک پہنچا پائی۔

میں اپنی تمام دوستوں کی بھی مشکور ہوں، خاص کر ہما شاہد کہ جنہوں نے وقتاً فوقتاً میری حوصلہ افزائی کی جس کے نتیجے میں یہ مقالہ لکھ پائی۔

سلمیٰ نور

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه اجمعين ومن تبعهم باحسان إلى يوم الدين.

اسلام مکمل ضابطہ حیات کا حامل دین ہے جس میں زیست کے ہر ہر پہلو سے متعلق احکامات بیان کیے ہیں اور تمام نفوس کے لیے حقوق بھی متعین کیے ہیں۔

قبل از اسلام معاشرے کے حقیر ترین طبقات میں سے عورت کو گردانہ جاتا تھا اس کو کسی قسم کے معاشی و معاشرتی حقوق حاصل نہ تھے۔ بلکہ دنیا کے دیگر مذاہب میں بھی عورت کو کوئی خاص حقوق نہیں دیئے جاتے تھے۔ فقط اسلام ہی وہ واحد دین ہے جو عورت کو احترام اور وقعت عطا کرتا ہے۔

اسلام عورت کی عفت و عصمت کا محافظ ہے اور اسے پردے جیسی نعمت عطا کر کے معاشرے میں ممتاز کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بعض احکام کے لیے شرعی حکم عطا کیے اور بعض امور میں صریحاً حدود مقرر کر دیں جن میں تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

حدود کے علاوہ باقی سزاوں کے لیے حاکم تعزیری حکم دے سکتا ہے۔

محترم ہے اور اس کی تکریم لازمی ہے لیکن معاشرے میں آج کل غیرت کو معیار بنا کر عورتوں کا قتل کر دینا ایک عام سی بات ہے اس کے اسباب کچھ بھی ہوں اسلامی تعلیمات کے مطابق یہ قطعاً جائز نہیں ہیں۔

غیرت کے نام پر کیے جانے والے قتل کے لیے شرعی حکم قصاص و دیت کی صورت میں ہے جبکہ آئین میں اس کی سزا مختلف ہے۔

قتل چاہے غیرت کے نام پر ہو یا کسی اور سبب سے ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کے قتل کے مترادف ہے اور اسلامی تعلیمات کے مطابق حرام ہے۔

موضوع کی اہمیت:

ہماری اخروی فلاح اور اس معاشرے میں بقا فقط اتباع دین میں مضمر ہے۔

اگر ہم دین سے کنارہ کشی اختیار کریں گے تو دنیا و آخرت دونوں کی رسوائی ہمارے گلے کا طوق بن جائے گی۔ حقیقی غیرت یہ نہیں کہ انسان قتل جیسے گناہِ عظیم میں ملوث ہو جائے۔ بلکہ غیرت تو یہ ہے کہ انسان اپنی مکرم ہستیوں کو ان کے حقوق عطا کرے اور معاشرے میں ان کے مقام کا احترام کرے۔

لکھا جانا چاہیے تا کہ معاشرہ صدق و سلامتی کی راہ پر گامزن ہو سکے۔

سببِ اختیار موضوع:

ہمارے معاشرے میں آئے دن غیرت کے نام پر قتل ناحق کا رواج بڑھتا چلا جا رہا ہے اور دینی تعلیمات سے دوری کی بنا پر معاشرہ اس کے انجام سے بے خبر ہے۔ تحقیقی مقالہ کے لیے میں نے اس موضوع کا انتخاب اس لیے کیا ہے تا کہ افراد معاشرہ کو باور کرایا جا سکے وہ جس ڈگر پر چل رہے ہیں وہ ہلاکت کی جانب جا رہی ہے۔

عورت کو جو مقام شریعت اسلام نے عطا کیا ہے اس سے روشناس کرانا اس موضوع کی طرف پیش رفت تھا۔ حدود میں تبدیلی قطعاً جائز نہیں جبکہ قتل کے لیے سزائیں اسلام میں متعین کی گئی ہیں۔ اس مقالے کے ذریعے میں ان کی اہمیت کو اجاگر کرنا چاہتی ہوں۔

اسلوب تحقیق:

میں نے اس مقالہ کی تحریر میں قرآن مجید کی آیات سے موضوع کی حقانیت کو ثابت کیا ہے اور کتب احادیث سے بھی استدلال کیا ہے۔

میں نے کتب کے حوالہ جات بالترتیب کتاب کا نام، مصنف کا نام، جلد نمبر اور صفحہ نمبر درج کر کے مکمل حوالہ جات پیش کیے ہیں۔

اس مقالے کی تحقیق میں میں نے منہج وصفی کو بھی استعمال کیا ہے۔ اور مطلوبہ باتوں کی لغوی واصطلاحی تعریف درج کی ہے۔

مقالہ کے اختتام پر اہم نتائج اور حاصل بحث کی صورت میں جامع نکات پیش کیے ہیں۔

خاکہ تحقیق:

باب اول :اسلام میں عورت کا مقام

- اسلام سے پہلے عورت کا مقام
- اسلام عورت کے احترام کا سب سے بڑا علمبردار
- اسلام میں عورت کی عفت وعصمت
- اسلام میں عورت کا اصل دائرہ کار
- اسلام میں عورت کا پردہ

باب ثانی: حدود وتعزیرات

- حدود کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

- تعزیرات کی لغوی واصطلاحی تعریف
- حدود و تعزیرات میں فرق
- زنا
- قذف
- لعان

باب ثالث: مفہوم واسباب

- غیرت کا لغوی مفہوم
- غیرت کا اصطلاحی مفہوم
- غیرت کے نام پر قتل کی مختلف صورتیں
- غیرت کے نام پر قتل کے بنیادی اسباب
- اسلام غیرت کے نام پر قتل کی اجازت نہیں دیتا

باب رابع: غیرت کے نام پر قاتل کی سزا

- قتل اور اس کی اقسام

- آئین میں قتل کی سزا

- اسلام میں غیرت کے قاتل کی سزا

کتابیات

باب اول: اسلام میں عورت کا مقام

- اسلام سے پہلے عورت کا مقام
- اسلام عورت کے احترام کا سب سے بڑا علمبردار
- اسلام میں عورت کی عفت وعصمت
- اسلام میں عورت کا اصل دائرہ کار
- اسلام میں عورت کا پردہ

اسلام میں عورت کا مقام

اسلام سے پہلے عورت کا مقام:

ظہور قدسی سے پہلے عورت کی معاشرے میں کوئی حیثیت نہ تھی۔

ابن آدم اپنے آرام و آسائش اور ترقی و عروج کے لیے جس ہستی کا مرہونِ منت رہا جس کے خون سے پرورش پائی جس کی آغوش شفقت میں پروان چڑھا، جس نے شمع فروزاں بن کر اس کی تاریک زندگی کو منور کیا، جس کے تبسم نے اس کی کلفتوں، سختیوں کو راحتوں میں بدل دیا، جس کی رفاقت نے اس کی صعوبت حیات مستعار کو پر کشش اور خوشگوار بنایا اسے اس نے ہمیشہ اپنے سفاکانہ مظالم کا نشانہ بنائے رکھا۔[1]

آثار و قرائن اور تاریخ جہاں تک ہماری رہنمائی کرتی ہے، اس سے ہم اس نتیجے تک پہنچتے ہیں کہ عورت کی یہ حیثیت غیر مہذب اور ناشائستہ ممالک تک ہی محدود نہ تھی بلکہ وہ ممالک جو اپنی ترقی میں اوج ثریا [چاند و سورج] تک پہنچ چکے تھے وہ بھی اس جابرانہ سلوک سے خالی نہ تھے۔[2]

مسلمان علمائے معاشرت نے اسلام سے پہلے کے معاشرتی حالات کو یونان سے شروع کیا ہے کیونکہ یونان علم و تمدن کی دنیا میں امامت کے فرائض سر انجام دے چکا ہے۔ بیشتر علمی سیاسی، معاشرتی

---

1 - عورت قرآن و سنت اور تاریخ کے آئینے میں از پروفیسر ڈاکٹر عابدہ علی، ص 31، قرآن منزل من مارکیٹ سمن آباد، لاہور

2 - ایضاً

بنیاد رکھی۔ رومی تہذیب اس سے پروان چڑھا یا اور ان پر ایرانیوں نے یونانی اور رومی اثرات کو تقویت دی۔ انسانی تاریخ گواہ ہے کہ قبل از اسلام عورت کو انتہائی پست اور ذلیل مخلوق سمجھا جاتا تھا۔ دنیا کے متمدن ترین اقوام جیسے روم، چین، یونان، ایران اور جہلائے عرب یا مختلف مذاہب عالم سب نے اس کو ایک غیر مفید بلکہ بے کار شے سمجھ کر میدانِ عمل سے ہٹا دیا تھا۔[1]

یونان اور عورت:

عورت کی زندگی کا مقصد صرف یہی سمجھا جاتا تھا کہ وہ مرد کی غلامی اور خدمت کرے۔ یونانی عموماً عورتوں کو ایک درجہ کم مخلوق سمجھتے تھے جن کا مصرف صرف خانہ داری اور ترقی نسل تھا۔ ان کا عقیدہ تھا۔

"آگ سے جل جانے اور سانپ کے ڈسنے کا علاج ممکن ہے لیکن عورت کے شر کا مداوا محال ہے"۔ مداوا یعنی علاج۔[2]

ازواج کا مقصد خالص سیاسی رکھا گیا تھا، یعنی اس سے طاقتور اولاد پیدا ہو جو حفاظت ملک کے کام آئے۔[3]

---

1 - عورت قرآن وسنت اور تاریخ کے آئینے میں، ص 32

2 - عورت قرآن وسنت اور تاریخ کے آئینے میں، ص 32

3 - عورت اسلامی معاشرہ میں از مولانا سید جلال الدین انصر عمری، اسلامک پبلی کیشنز [پرائیویٹ] لمیٹڈ لاہور سن اشاعت اول ستمبر 1999ء ثانی اکتوبر 2002ء

روم میں مرد کی حکومت اپنی بیوی پر جابرانہ تھی، عورت ایک لونڈی کی حیثیت رکھتی تھی جس کا معاشرت میں کوئی حصہ نہ تھا۔ اسے کسی قسم کا حق حاصل نہ تھا یہاں تک کہ حق وراثت بھی نہیں دیا گیا۔ جو پاؤں کی طرح اس کی خرید وفروخت ہوتی تھی۔[1]

غلاموں کی طرح عورت کا مقصد بھی خدمت اور چاکری سمجھا جاتا تھا۔ مرد اسی غرض سے شادی کرتا تھا کہ وہ بیوی سے فائدہ اٹھاسکے گا وہ کسی عہدہ کی اہل نہیں سمجھی جاتی تھی حتی کہ کسی معاملہ میں اس کو گواہی تک کا اعتبار نہیں تھا۔ رومی سلطنت میں اس کو قانونی طور پر کوئی حق حاصل نہیں تھا۔ البتہ اس کی طبعی کمزوریوں کی بناپر اس کو بعض سہولتیں دی گئی تھیں۔[2]

یہود اور عورت:

کتاب مقدس میں لکھا ہے کہ عورت موت سے زیادہ تلخ ہے، عورت بعض حالات میں ملک کی ملکیت قرار دی جاتی یا قوم کی ملکیت ہوتی تھی، جس کا ثبوت یوں ملتا ہے کہ ان کے ہاں ہر شخص کا نام اسرائیل میں باقی رہنا ضروری تھا اور اس مقصد کے حصول کے لیے عورت کی خواہشات اور عزت نفس کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ انہوں نے ایسی تمام خواتین کے لیے جن کے خاوند بے اولاد فوت ہو جائیں لازمی قرار دے رکھا تھا کہ اگر چند بھائی اکٹھے رہتے ہوں اور ان میں سے کوئی بے اولاد فوت

1 - عورت قرآن وسنت اور تاریخ کے آئینے میں، ص33
2 - عورت اسلامی معاشرے میں، ص18-19

کرے اسے اپنی بیوی بنائے تو یوں ہو گا کہ پہلا جو بچہ پیدا ہو گا وہ متوفی بھائی کے نام منسوب ہو گا تاکہ اس کا نام اسرائیل سے نہ مٹ جائے۔ اگر یہ شوہر بننے سے انکار کر دے تو اس کے بھائی کی بیوی ججوں کے سامنے اس کے نزدیک اپنے پاوں کی جوتی نکالے اس کے منہ پر تھوک دے اور کہے کہ اس شخص کے ساتھ جو اپنے بھائی کا گھر نہ آباد کرے یہی کیا جائے گا۔ اور اس کا نام یہ رکھا جائے گا کہ یہ اس شخص کا گھر ہے جس کا جوتا اتارا گیا ہے۔[1]

نصاری اور عورت:

عورت کے ساتھ عیسائیت کی روش تو اور بھی زیادہ ناپسندیدہ رہی ہے اس نے اس مظلوم صنف کو جس قدر پستی میں پھینکا جا سکتا تھا، پھینک دیا۔ عورت کے بارے میں عیسائیت کے جذبات کا اندازہ طرطولین کے ان الفاظ سے کیا جا سکتا ہے۔

طرطولین عیسائیت کے اولین آئمہ میں سے ہے۔

"عورتو! تم نہیں جانتی کہ تم میں سے ہر ایک حوا ہے۔ خدا کا فتوی جو تمہاری جنس پر تھا وہ اب بھی تم میں موجود ہو تو پھر جرم بھی تم میں موجود ہو گا، تم تو شیطان کا دروازہ ہو تم ہی نے آسانی سے خدا کی تصویر یعنی مرد کو ضائع کیا"[2]

بڑے بڑے راہب اپنی ماں تک سے ملنا اور اس کے چہرے پر نظر ڈالنا معصیت سمجھتے تھے۔[3]

---

1 - کتاب مقدس، استثنا، بائبل، باب 25 ص 195 بحوالہ عورت قرآن وسنت اور تاریخ کے آئینے میں

2 - عورت اسلامی معاشرہ میں، ص 28

3 - دین رحمت از شاہ معین الدین ندوی، ص 106

ہندو مذہب میں عورتوں کی حالت سب سے بدتر تھی وہ زندگی کے ہر مرحلے میں مردوں کی محکوم تھیں۔

عورت صغر سنی یعنی چھوٹی عمر میں باپ کی مطیع، جوانی میں شوہر کی اور شوہر کے بعد اپنے بیٹوں کی اور اگر شوہر نہ ہو تو اپنے اقرباء کی کیونکہ کوئی عورت ہرگز اس لائق نہیں کہ خود مختار طور پر زندگی بسر کرے۔[1]

آج عورت کو معاشرے کا اہم رکن سمجھا جاتا ہے لیکن ویدوں نے اسے ثانوی درجہ دیا ہے۔ اسے بے وفا، احمق، منافق، بغیر سوچے کام کرنے والی، فریب، حماقت، ناپاکی، جھوٹ بولنے والی قرار دیا ہے۔ اسے نکاح ثانی کی اجازت نہ تھی بلکہ اسے خاوند کے ساتھ ہی زندہ جلا دیا جاتا تھا۔ اور اس کا وراثت میں کوئی حق نہ تھا۔[2]

مجموعی اعتبار سے عورت جن خوبیوں کی حامل سمجھی جاتی تھی وہ یہ ہیں:

تقدیر، طوفان، موت، جہنم، زہر، زہریلے سانپ، ان میں سے کوئی بھی اس قدر خراب نہیں جتنی عورت[3]

---

1 - عورت اسلامی معاشرہ میں، ص29

2 - اسلام اور مذاہب عالم، مطالعہ تقابل ادیان از ملک کریم بخش، ص44، شیخ محمد بشیر اینڈ سنز چوک اردو بازار لاہور

3 - اسلام کا نظامِ عفت و عصمت از مولانا محمد ظفر الدین، ص41، دار الاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی، مئی 1975ء

اہل عرب عورت کے وجود کو موجب ذلت وعار سمجھتے تھے۔ لڑکی کی پیدائش ان کے لیے غم کا پیام تھی۔ وہ نرینہ اولاد پر اتراتے اور فخر کرتے لیکن لڑکیوں کا وجود ان سے سر عظمت کو جھکا دیتا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ان کے جذبات کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

"وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثَى ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ - يَتَوَارَى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَى هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ"[1]

ترجمہ: "جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی خبر دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غم سے گھٹنے لگتا ہے۔ اس خبر کو وہ اس حد تک برا سمجھتا ہے کہ اپنے آپ کو اپنی قوم سے چھپائے پھرتا ہے [اور سوچ میں پڑ جاتا ہے کہ] آیا ذلت برداشت کرتے ہوئے اس کو باقی رکھے یا زیرِ زمین دفن کر دے"[2]

اہل عرب کے دل میں عورت کے لیے رحم ومحبت کے جذبات ناپید تھے چنانچہ وہ لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔ حد ہے کہ ان کے سخت دل ہونے کا ثبوت اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے۔

---

1 - سورت النحل، آیت: 58-59

2 - معارف القرآن از مولانا مفتی محمد شفیع صاحب جلد پنجم، ص354

...سے اپنے جاہلیت کے زمانہ کا واقعہ بیان کیا۔

میرے ایک بچی تھی اور وہ مجھ سے بہت مانوس بھی تھی جب بھی میں اسے بلاتا تو بڑی مسرت سے میرے پاس آ جاتی۔ چنانچہ ایک دن میں نے اسے آواز دی تو وہ میرے پیچھے پیچھے دوڑی چلی آئی۔ میں اسے اپنے ساتھ لے گیا اور راستے میں ایک کنواں آیا۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے کنویں میں دھکا دے دیا۔ آخری آواز جو اس کی میرے کانوں میں آئی وہ تھی ہائے ابا ہائے آبا۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رو دیئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو بہنے لگے "[1]

عورت سے نفرت اور بیزاری اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ ایک شخص کے گھر میں لڑکی پیدا ہوئی تو اس نے اس گھر ہی کو منحوس سمجھ کر چھوڑ دیا۔[2]

---

1 - سنن دارمی از ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی، ص 13-14

2 - عورت اسلامی معاشرہ میں، ص 20

اسلام عورت کے احترام کا سب سے بڑا علمبردار:

اسلام نے عورت کے مرتبہ ومقام اور فلاح و بہبود کے لیے خاص اقدامات کیے ہیں جن کے عملی نفاذ سے عورت کو اس کے تمام حقوق میسر ہوتے ہیں اور اس کے جملہ مسائل احسن طریقے سے حل ہو جاتے ہیں۔ اسلام دینِ فطرت ہے اور ہر شعبہ زندگی کے اندر اس نے اعتدال اور توازن برقرار رکھا ہے۔ اسلام نے ایک طرف عورت کو شرف انسانیت سے آراستہ کیا اور حقوق سے نوازا اور دوسری طرف اس کے اخلاق و کردار کا تحفظ کیا۔ اس کی فطری صلاحیتوں کے مطابق اسے ذمہ داریاں سونپیں اور عورت کے ہر روپ بیٹی، ماں، بیوی اور بہن ہر حیثیت کے لیے احترام پیدا کیا۔ اور اس کے تمام مسائل حل کیے اور اسے فوز وفلاح کی منزل سے ہمکنار کیا۔ تخلیق کے اعتبار سے بھی مرد وعورت میں کوئی تفریق نہیں کی۔[1]

جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً"[2]

---

1 - عورت قرآن وسنت اور تاریخ کے آئینے میں، ص54

2 - سورت النساء، آیت: 1

پیدا کیا اور ان دونوں کے ذریعے بکثرت مردوں اور عورتوں کو پیدا کیا۔[1]

اب ہم عورت کے مختلف روپ بیان کر کے مزید نظر ثانی کریں گے۔

عورت بحیثیت بیٹی:

اسلام کے آنے سے پہلے دنیا نے عورت [بیٹی] کو ایک غیر مفید بلکہ مخل تمدن عنصر سمجھ کر میدان عمل سے ہٹا دیا تھا اور اسے پستی کے ایک ایسے غار میں پھینک دیا تھا جس کے بعد اس کے ارتقاء کی کوئی توقع نہیں تھی۔ اسلام نے دنیا کی ہی اس روش [سلوک] کے خلاف آواز بلند کی اور بتایا کہ زندگی مرد و عورت دونوں ہی کی محتاج ہے۔ عورت اس لیے نہیں پیدا کی گئی کہ اسے دھتکارا جائے اور شاہراہِ حیات [زندگی] سے کانٹے کی طرح ہٹا دیا جائے جس طرح مرد اپنے وجود کا کوئی مقصد رکھتا ہے اس طرح عورت بھی اپنے وجود کا مقصد رکھتی ہے اور قدرت ان دونوں کے ذریعہ اپنے مطلوبہ مقاصد کی تکمیل کر رہی ہے۔[2]

جیسا کہ قرآنِ پاک کی اس آیت مبارکہ سے معلوم ہو رہا ہے۔

---

1 - معارف القرآن، ص277

2 - عورت اسلامی معاشرہ میں، ص54

الذُّكُورَ (49) أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيمًا إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ"[1]

ترجمہ:

"اللہ تعالیٰ ہی کے لیے زمین و آسمان کی بادشاہت ہے وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جیسے چاہتا ہے لڑکیاں، اور جسے چاہتا ہے لڑکے عطا کرتا ہے۔ یا انہیں لڑکوں اور لڑکوں کے جوڑے دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے بے شک وہ علم والا اور قدرت والا ہے"[2]

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بیٹیاں دینا کسی عورت کے اختیار میں نہیں ہے بلکہ یہ تو خالق کائنات کے اختیار میں ہے۔ اس نادان انسان کو دیکھو جب بچی کی پیدائش ہوتی ہے تو ناک بھوں چڑھانے لگتا ہے اس کی رحمت کو اپنے لیے زحمت خیال کرتا ہے ذرا سوچیں اگر یہ بچیاں بڑھ کر عورت نہ بنیں اور تمہاری شادیاں نہ ہوئیں تو بتائیے یہ بچے یہ تنومند لڑنے والے جوان کہاں سے آئیں گے۔[3]

بیٹیوں سے حسنِ سلوک کی ترغیب:

اسلام نے نہ صرف لڑکیوں کو اس کا صحیح مقام عطا کیا بلکہ جہاں موقع ملا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑکیوں کے بارے میں حسنِ سلوک کی بھی ترغیب دی۔

---

1 - سورت الشوری، آیت: 49-50
2 - معارف القرآن، ص 709
3 - اسلام کا نظام عفت و عصمت از مولانا محمد ظفر الدین، ص 47

"جو شخص دو لڑکیوں کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ سن بلوغت کو پہنچ جائیں تو وہ قیامت میں میرے ساتھ ہو گا اور اتنا قریب ہو گا جتنی آپس میں یہ دو انگلیاں نزدیک ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو ملا کر اشارہ فرمایا"[1]

میراث میں بیٹیوں کا حصہ:

یہ بات تو حقیقت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف مردوں کے لیے ہادی [ہدایت دینے والا] نہیں تھے بلکہ عورتوں کے لیے بھی ہادی تھی اور صرف مردوں کے لیے نہیں روتے تھے بلکہ عورتوں کے لیے بھی رو دیتے تھے اور بیٹیوں کو نہ صرف حقوق دلائے بلکہ میراث میں بھی ان کے لیے حصہ مقرر کیا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ"[2]

ترجمہ:

1 - ریاض الصالحین از امام ابی زکریا محی الدین النووی مترجم محمد محی الدین جہانگیر شبیر برادرز اردو بازار، لاہور اگست 2008ء، ص 146

2 - سورت النساء، آیت: 11

... میراث کے بارے میں کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر ہے اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں تو دو سے زیادہ ہوں تو ان لڑکیوں کو دو تہائی ملے گا اس مال کا جو مورث چھوڑ کر مرا ہے اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کو نصف ملے گا"[1]

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا لڑکیاں جو اب تک میراث سے محروم تھیں ان کو اسلام نے میراث دی۔ غور فرمائیے فلذکر مثل حظ الأنثيين لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر محور لڑکی کو قرار دیا جا رہا ہے اسلام نے لڑکیوں کو جب یہ حق دیا تو بہت لوگوں کو تعجب ہوا کہ ان لڑکیوں کو بھی حصہ ملے گا جو جنگ نہیں کر سکتیں اور حصہ بھی اتنا ہی زیادہ۔[2]

عورت ماں کی حیثیت سے:

ماں ایک ایسی ہستی ہے جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی وہ ایک نہ ختم ہونے والی خوشبو اور نہ ڈھلنے والا سایہ ہے وہ سراپا محبت، رحمت اور ایثار کا مجسمہ ہے جس کے پاس ماں نہیں اس کی قدر ان سے پوچھو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مظلوم ضعف کی حمایت میں جو ہدایات اور تعلیمات دی ہیں آج تک کوئی بھی مدعی حقوق نسواں ان سے زیادہ صحیح اور حقیقی تعلیمات نہیں پیش کر سکا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

---

1 - معارف القرآن، ص318

2 - اسلام کا نظام عفت و عصمت از مولانا محمد ظفیر الدین صاحب، ص53-54

إن الله حرم عليكم عقوق الأمهات ومنعا وهات ووأد البنات

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے حرام کی ہے تم پر ماوں کی نافرمانی ادائیگی حقوق سے ہاتھ روکنا اور ہر طرح سے مال بٹورنا اور لڑکیوں کا زندہ دفن کرنا"[1]

اس طرح ایک اور روایت میں آتا ہے۔

من أحق الناس بحسن صحابتي؟ قال أمك قال ثم من....؟ قال (أمك) قال ثم من....؟ قال أبوك

کسی نے پوچھا: لوگوں میں سے کون میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق دار ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری ماں، پوچھا گیا: اس کے بعد کون؟ فرمایا تمہاری ماں، پھر پوچھا گیا: اس کے بعد کون؟ فرمایا تمہاری ماں، اس کے بعد پوچھا گیا: فرمایا تمہارا باپ، یعنی ماں کا مرتبہ سہ گنا ہے۔[2]

میراث میں ماؤں کا حصہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صرف والدین کے ساتھ حسن سلوک اور خدمت کا حکم ہی نہیں دیا بلکہ ان کے لیے میراث میں بھی حصہ مقرر کیا ہے۔

---

1 - بخاری، کتاب الادب، باب عقوق الوالدین، ص 884

2 - مشکوۃ المصابیح از امام ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب العمری مترجم مولانا عبدالحلیم علوی، ناشر مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور

"وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ"(1)

ترجمہ:

"میت کے ترکہ میں اگر میت کی کچھ اولاد ہو تو ماں باپ میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے اور اگر میت کی اولاد نہ ہو تو اس کے ماں باپ ہی اس کے وارث ہوں گے۔ تو اس کی ماں کا ایک تہائی ہے اور اگر میت کے ایک سے زیادہ بھائی، بہن ہوں تو ان کی ماں کو چھٹا حصہ ملے گا"(2)

اس آیت مبارکہ میں جہاں باپ کو وارث قرار دیا گیا ہے وہیں ماں بھی وارث قرار دی گئی ہے۔ کہیں تہائی حصہ اور کہیں چھٹا حصہ۔۔۔ مگر ایسا نہیں کہا کہ ماں چونکہ عورت ہے اس لیے وہ محروم الارث [وراثت سے محروم] ہے اور حصہ پانے کی حقدار نہیں"(3)

عورت بحیثیت بیوی:

ایک بیوی کی حیثیت سے عورت کی عزت افزائی صرف اور صرف دینِ اسلام نے کی ہے اور اس دین حق نے اسے پورا پورا تحفظ فراہم کیا ہے۔ چاہے جان و مال کی حفاظت ہو یا عزت و آبرو کی اللہ

---

1 - سورت النساء، آیت: 11

2 - معارف القرآن، جلد ہفتم، ص318

3 - اسلام کا نظام عفت و عصمت، ص55

تعالیٰ نے کائنات کی ہر شے کو جوڑے جوڑے بنا کر پیدا کیا ہے، ان کا [ان ہر

بقاء کا جذبہ پایا جاتا ہے اور قدرت نے اس جذبے کو پورا کرنے کے لیے خود اسی کی نوع [قسم] سے

ایک صنف مقابل کی تخلیق کی ہے۔

یہ صنف مقابل [عورت] اس کے جذبات واحساسات کو سوز وحرکت عطا کرتی ہے اور اسے

مجبور کرتی ہے کہ بقائے نوع کا سامان کرے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ "[1]

ترجمہ:

اور ہر چیز کے ہم نے جوڑے پیدا کیے تاکہ تم سمجھ سکو"[2]

اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے عورت کو مرد کے لیے لباس قرار دیا ہے وہ دونوں مساوی طور پر

ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ اس میں ذلت وحقارت اور عزت وسربلندی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا

جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

"هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ"[3]

ترجمہ:

---

1 - سورت الذاریات، آیت: 49

2 - معارف القرآن، جلد ہشتم، ص168

3 - سورت البقرۃ، آیت: 187

اس جملے پر غور کرنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ مرد کی زندگی میں بہت سے ایسے تشنہ پہلو ہیں جن کی آسودگی کا سامان عورت ہی کر سکتی ہے اور خود عورت کی زندگی میں متعدد گوشے مرد کے بغیر محتاج تکمیل رہتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کے ساتھ بہترین برتاو فرما کر امت کے لیے درخشاں مثال قائم فرمادی۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"خيركم خيركم لأهله وأنا خيركم لأهلي"

تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہے اور میں تم میں سے زیادہ بہتر ہوں اپنے گھر والوں کے لیے"[2]

میراث میں بیویوں کا حصہ:

اسلام نے ہمیں صرف بیویوں کے ساتھ عمدہ سلوک کرنے کا حکم دیا بلکہ ان کے حقوق کو بھی متعین کیا ہے اور ساتھ ساتھ ان کو میراث میں بھی حصہ عطا کیا ہے۔ یعنی بیوی ہونے کی حیثیت سے بھی اس کو مجروح نہیں کیا ہے۔

---

1 - معارف القرآن، جلد اول ص686

2 - مشکوۃ المصابیح الجز الثانی کتاب النکاح باب عشرۃ النساء، ص281

"وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ"[1]

ترجمہ:

اس ترکہ میں سے جو تمہاری بیویاں چھوڑ جائیں اور ان کے کچھ اولاد نہ ہو تو تم کو آدھا ملے گا اور اگر ان کے کچھ اولاد ہو تو تم کو ان کے ترکہ میں سے ایک چوتھائی ملے گا۔ بہر حال یہ میراث کی وصیت کر گئی ہوں تو وصیت اور قرض کی ادائیگی کے بعد ملے گی اور جس کو تم چھوڑ جاو اور تمہارے کوئی اولاد نہ ہو تو ان بیویوں کو ترکہ کا چوتھائی ملے گا اور اگر تمہارے کچھ اولاد ہو تو ان کو تمہارے ترکہ میں آٹھواں حصہ ملے گا مگر یہ میراث تمہاری وصیت پوری کرنے اور دین کی ادائیگی کے بعد ملے گی۔[2]

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جس طرح شوہر بیوی کا وارث گردانا گیا ہے ٹھیک اسی طرح بیوی کو بھی شوہر کا وارث قرار دیا گیا ہے۔ کوئی نہیں ہے جو بیوی کو اس کے شوہر کے مال سے محروم کرے۔

---

1 - سورت النساء، آیت: 12

2 - آسان ترجمہ قرآن مجید از حافظ نذر احمد، ص188-189

اسلام نے عفت و عصمت کی حفاظت کے لیے جس چیز کو ضروری قرار دیا ہے وہ نکاح ہے اور اس کو کہیں بھی فراموش نہیں کیا ہے قرآن پاک نے اپنے معجزانہ پیرایہ میں متعدد مقامات پر عفت وعصمت اور اخلاق کی تاکید کی ہے اور دل نشین انداز میں ترغیب دی ہے ایک جگہ عفت وعصمت اور اخلاق وحمیت کی حفاظت کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے۔

"وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا"[1]

ترجمہ:

اور اپنی شہوت کی جگہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ تعالیٰ کو بکثرت یاد کرنے والے مرد اور عورتیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے معافی اور بڑا ثواب رکھا ہے۔[2]

اس آیت مبارکہ میں کتنی وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ جو لوگ اپنی عصمت اور عفت کی حفاظت کرتے ہیں صرف خداوند کریم کی حدود میں رہ کر لذت و مسرت حاصل کرتے ہیں ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے مغفرت کی دولت اور اجرِ عظیم کی لازوال نعمت تیار کر رکھی ہے۔

---

1 - سورت احزاب، آیت: 35

2 - ضیاء القرآن، جلد چہارم، ص 57

سوا کوئی دوسرا سایہ نہ ہوگا اللہ تعالیٰ سات شخصوں کو اپنے سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا۔ ان میں سے ایک شخص وہ ہوگا جس کو ایک حسین و جمیل عالی نسب عورت نے دنیا میں اپنی طرف بلایا اور بدکاری کی دعوت دی۔ مگر اس عفیف بندہ خدا نے اس حسین مہ جبین کے جواب میں یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ

"إني أخاف الله"

میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔[1]

فلاح کامل کی بشارت:

جو لوگ اپنی عفت و عصمت کی حفاظت کرتے ہیں ان کو فلاح کامل کی بشارت دی گئی ہے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

"وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ (5) إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ (6) فَمَنِ ابْتَغَى وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْعَادُونَ (7)"[2]

ترجمہ:

اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں لیکن اپنی بیویوں یا اپنی شرعی لونڈیوں سے متمتع ہوتے ہیں ان پر کوئی الزام نہیں ہاں جو اس کے علاوہ اور جگہ شہوت کو پورا کرنے کا طلب گار ہو ایسے لوگ حد شرعی سے نکلنے والے ہیں"[3]

---

1 - صحیح بخاری، ترجمہ: حضرت مولانا محمد داود راز رحمۃ اللہ، کتاب المحاربین باب فصل من ترک الفواحش، جلد ہشتم، ص170

2 - سورت المومنون، آیات: 5-7

3 - معارف القرآن، جلد ششم، ص292

سے جائز طور پر رشتہ ازدواج قائم کیا گیا ہو دوسرے لونڈی جس سے ہم بستری جائز ہے ان دو کے علاوہ جو صورتیں آدمی جنسی میلان کے لیے اختیار کرے وہ اسلام کے قانون میں حدود اللہ سے تجاوز قرار دیا گیا ہے۔[1]

نکاح سے حصول عفت:

رشتہ ازدواج کا سب سے بڑا مقصد عفت وعظمت اور ناموس وآبرو کی انمول دولت جو انسان کو بخشی گئی ہے اس دولت کی حفاظت کا ضامن ازدواج کا ہی آئینی طریقہ ہے جسے ہم نکاح کہتے ہیں۔

جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

"أُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ"[2]

ترجمہ:

اور ان عورتوں کے سوا اور عورتیں تمہارے لیے حلال کی گئی ہیں اس طرح کہ تم ان کو اپنے مالوں کے ذریعے چاہو ان کو بیوی بناؤ صرف مستی کرنا ہی نہ ہو[3]

حصان کا لفظ جو قرآن میں استعمال کیا گیا ہے وہ حصن سے مشتق ہے۔ جس کے معنی قلعہ کے ہیں یعنی انسان شادی کر کے عفت وعصمت کے قلعہ میں آجائے اور مفاسد اخلاق سے محفوظ

---

1 - تفہیم القرآن، ص263

2 - سورت النساء آیت: 24

3 - معارف القرآن، جلد دوم، ص355

ہو جائے۔ نکاح جس طرح مردوں کے لیے پاک دامنی اور اخلاق کا ذریعہ ہے اس طرح عورتوں کے لیے بھی نکاح کا مقصد یہی ہے۔[1]

عفیف کے لیے جنت کی بشارت:

وہ لوگ جو عفت و عصمت کی دمکتی پیشانی پر کلنگ کا ٹیکہ نہیں لگنے دیتے ان کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسا شخص جنتی ہے۔

"من توكل لي ما بين رجليه وما بين لحييه توكلت له بالجنة"

جو مجھے اس چیز کی ضمانت دے جو دو ٹانگون [شرمگاہ] اور دو داڑوں [زبان] کے درمیان ہے بس اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔[2]

سرورِ کائنات اور دعائے عفت:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو معصوم تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے برائیوں سے بچایا ہوا تھا لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک لمحے کے لیے بھی عفت اور پاکدامنی کو فراموش نہیں فرماتے تھے اور برابر اور چیزوں کے ساتھ پاک دامنی کی دعا کرتے رہتے کبھی دعا کرتے

---

1 - اسلام کا نظام عفت و عصمت، ص 117-118
2 - صحیح بخاری، کتاب المحاربین، باب فصل من ترک الفواحش، ص 175 جلد سوم

اے اللہ میں تجھ سے ہدایت، تقوی، عفت اور غنا کی درخواست کرتا ہوں "[1]

صحابہ کرام کا جذبہ عفت:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی اپنی عفت اور عصمت کا بہت زیادہ خیال رکھا کرتے تھے۔ صحابہ کرام کے سامنے بڑے بڑے سخت سے سخت نازک مواقع آئے مگر انہوں نے اپنا دامن ملوث [خراب] نہ ہونے دیا۔

ہجرت کے موقع پر جو ناتواں [کمزور] مکہ میں رہ گئے تھے ان کے لانے کی ذمہ داری مرثد بن ابی المرثد الغنوی رضی اللہ عنہ پر تھی۔ حضرت مرثد اسی سلسلہ میں ایک دفعہ مکہ تشریف لائے۔ اسلام سے پہلے ان کی ایک عورت [عناق نامی] سے راہ ورسم [ناجائز] محبت تھی یہ عورت فاحشہ تھی اس سفر میں حضرت مرثد رضی اللہ عنہ اس عورت کے مکان کے پاس سے گزرے، اس نے سایہ دیکھ کر حضرت مرثد رضی اللہ عنہ کو پہچان لیا اور آگے بڑھ کر جوش سے خیر مقدم کیا پھر ان سے درخواست کی کہ آج کی شب میرے ساتھ گزاریں۔ حضرت مرثد رضی اللہ عنہ نے نہایت صفائی سے انکار کر دیا کہ اب پہلا زمانہ باقی نہیں رہا۔ اسلام نے زنا کو حرام قرار دے دیا لہٰذا معاف کرو، اس نے کہا شور وغل

---

1 - مشکوۃ شریف، امام ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب العمری، ترجمہ: مولانا عبدالحلیم علوی، جلد پنجم، ص701، مکتبہ رحمانیہ 118، اردو بازار لاہور

کر کسی طرح کافروں کے چنگل سے اپنی جان بچائی۔[1]

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ پسند ہے کہ میری ناک مردار کی بدبو سے بھر جائے مگر یہ پسند نہیں کہ اس میں کسی غیر عورت کی بو آئے۔[2]

---

1 - "اسوہ صحابہ" از مولانا عبدالسلام ندوی، ص 111، جلد اول ناشر مکتبہ عارفین، رقیہ بلڈنگ ڈاکٹر ضیاء الدین روڈ پاکستان چوک کراچی، اشاعت جون 1926

2 - مسند احمد بن حنبل ترجمہ مولانا محمد ظفر اقبال، جلد چہارم، ص 87، مکتبہ رحمانیہ لاہور،

اسلام میں عورت کا اصل دائرہ کار

شریعت کی نگاہ میں زندگی کے مسائل دو طرح کے ہیں بعض مسائل ایسے ہیں جن میں عورت کی عقل و فہم پر پورا اعتماد کیا جاسکتا ہے اور بعض مسائل وہ ہیں جن میں اس کی فہم کے لغزش کھانے کے امکانات زیادہ ہیں۔ عمل کے میدان میں بھی شریعت نے یہی تقسیم برقرار رکھی ہے۔ چنانچہ شریعت ایک طرف اس کی قیادت اور رہنمائی کا اہل نہیں سمجھتی کیونکہ قیادت و رہنمائی کے لیے جن اوصاف اور خصوصیات کی ضرورت ہے وہ اس میں نہیں ہیں۔ دوسری طرف گھر کی تنظیم اس کے سپرد ہے مسائل کی اس تقسیم کے پیشِ نظر اس کو گھر میں ٹکے رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔[1]

ارشاد ربانی ہے:

"وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ"[2]

ترجمہ: اور اپنے گھروں سے ٹک کر رہو۔

اصل میں لفظ "قرن" استعمال ہوا ہے بعض اہل لغت نے اس کو "قرار" سے ماخوذ قرار دیا ہے اور بعض نے وقار سے۔

---

1 - عورت قرآن وسنت اور تاریخ کے آئینے میں، ص248

2 - سورت الاحزاب، آیت: 33

دونوں کا منشا یہ ہے کہ عورت کا اصل دائرہ عمل اس کا گھر ہے۔ اور اس کو اس دائرے میں رہ کر اطمینان کے ساتھ اپنے فرائض سرانجام دینے چاہییں۔[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"والمرأة راعية على أهل بيت زوجها وولده وهي مسئولة عنهم"

عورت اپنے شوہر کے گھر والوں اور اس کی اولاد کی نگران ہے اور اس سے متعلق ان سے بازپرس ہو گی۔[2]

عورت کو چونکہ گھریلو زندگی کی منتظم بنایا گیا ہے لہٰذا اس کا فرض ہے کہ خوش اسلوبی اور سلیقہ سے گھر چلائے گھر میں صفائی ستھرائی، نظم و نسق برقرار رکھے باپ بھائی شوہر ان میں سے ہر ایک کے لباس و خوراک، آرام و آسائش کا خیال رکھے اور وہ تمام اہل خانہ کے لیے سرمایہ حیات و سکوں بن جائے۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:

یہ فرائض عورت ہی کے لیے مخصوص ہیں کہ وہ کھانے پینے اور لباس تیار کرنے کی خدمت انجام دے، شوہر کے مال کی حفاظت کرے بچوں کی تربیت کرے اور وہ تمام امور جن کا تعلق گھرانہ گرہستی کے ساتھ ہیں ان کو انجام دہی کی کفیل ہو۔[3]

---

1 - تفہیم القرآن، جلد چہارم، ص90

2 - صحیح بخاری، جلد التاسع، کتاب الاحکام، ص77

3 - حجۃ اللہ البالغہ از شاہ ولی اللہ، مترجم: عبد الرحیم، جلد دوم، ص561، تعمیر پرنٹنگ پریس، لاہور، 1983ء

اسلام نے ریاست اور معاشرہ کے تحفظ کی اصل ذمہ داری اصلاً مرد کے سر ڈالی ہے اور عورت کی جدوجہد کا رخ گھر کی طرف موڑ دیا اور اس کی حقیقی پوزیشن یہ نہیں ہے کہ وہ بازار کی تاجر، دفتر کی کلرک، عدالت کی جج اور فوج کی سپاہی بنی رہے بلکہ اس کے عمل کا حقیقی میدان اس کا گھر ہے اور اگر کسی مصلحت کے تحت اس کو گھر چھوڑنے کی اجازت بھی دی گئی ہے یا کسی عبادت کے اجتماعی طریقہ کو اس کے لیے مفید یا ضروری سمجھا گیا ہے تو اس کے ساتھ ایسی تدابیر بھی اختیار کی گئی ہیں جو ہر آن [لمحہ] اس کے اندر یہ احساس تازہ رکھتی ہیں کہ اس کا حقیقی مقام وہی ہے جہاں سے وہ چلی تھی۔[1]

مولانا امین احسن اصلاحی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"عورت کا اصلی میدانِ عمل اس کا گھر ہے نہ کہ باہر اس لیے بغیر کسی حقیقی ضرورت کے اس کا غیر متعلق کاموں میں شرکت کے لیے نکلنا یا سیر و تفریح، تماشہ بینی اور پکنک کے لیے جانا یا اپنے بناو سنگھار کی نمائش کرتے پھرنا ناجائز ہے۔[2]

---

1 - عورت اسلامی معاشرہ میں، ص 83

2 - پاکستانی عورت دوراہے پر از مولانا امین احسن اصلاحی، ص 86، مکتبہ جدید پریس لاہور، 1978ء

گھر سے باہر سعی و جہد کی اجازت

اسلام نے ضرورت کی بنا پر اپنی حدود میں رہتے ہوئے عورت کو گھر سے باہر جانے کی اجازت دی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عورتیں تعلیم تجارت، کاشتکاری اور صنعت وحرفت ہر میدان میں نمایاں سرگرمیاں سرانجام دی ہیں۔

اسلام نے عورت کی جدوجہد کو صرف علم وفکر کے میدان تک محدود نہیں رکھا بلکہ اس کی پرواز عمل کے لیے اس سے وسیع تر فضا مہیا کی ہے وہ جس طرح علم وادب کی راہ میں پیش قدمی کرسکتی ہے اس طرح زراعت اور تجارت میں بھی ترقی کرنے کا حق رکھتی ہے۔ اس کو مختلف پیشوں اور صنعتوں کے اپنانے اور بہت سی ملی واجتماعی خدمات کے انجام دینے کی بھی اجازت ہے اجازت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کی سعی وعمل کو برداشت یا گوارا کرلیا گیا ہے بلکہ زندگی وحرکت کے جو داعیات اس کے اندر اٹھتے رہتے ہیں ان کو دبانے اور مٹانے کی کوشش نہیں کی گئی ہے بلکہ اس کی تکمیل کی اس کو دعوت دی گئی ہے۔[1]

علمی مواقع:

ہندوؤں میں ویدوں کی تعلیم کا دروازہ عورت کے لیے بند تھا، بدھ مت میں عورت سے تعلق رکھنے والے کے لیے نروان [سکون واطمینان] کی کوئی صورت نہ تھی مسیحیت اور یہودیت کی نگاہ میں عورت ہی انسانی گناہ کی بانی اور روم ذمہ دار تھی۔ یونان میں گھروالیوں کے لیے علم نہ تھا۔

---

1 - عورت اسلامی معاشرہ میں، ص 121

روم، ایران، چین، مصر اور تہذیب انسانی کے دو سرے مرکز ...

ہی تھا۔ مگر اس کے برعکس مذہب اسلام میں عورتوں کی تعلیم کی طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی توجہ فرمائی۔[1]

اس طرح حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

"کسی عورت نے عرض کیا حضور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد مرد رہتے ہیں ہمارے لیے بھی ایک دن مقرر فرمادیں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے لیے بھی ایک دن وعظ و نصیحت کے لیے مخصوص فرمایا"[2]

ماں باپ اور خاوند کو ہدایت:

عورت کی تعلیم گاہ اور تربیت کا مقام اس کا اپنا گھر ہے۔ اس لیے شریعت نے والدین اور شوہر کو اس طرف متوجہ کیا کہ وہ اس کو حق و باطل میں تمیز کرنا سکھائیں اور اس کو غلط روی سے بچائیں، قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

"يَا أَيُّهَا الذينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا "[3]

ترجمہ: اے ایمان والو: اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو جہنم کی آگ سے بچاؤ"[4]

---

1 - عورت قرآن وسنت اور تاریخ کے آئینے میں، ص146
2 - صحیح البخاری، الجزء الاول، کتاب العلم، باب ھل للنساء یوم علی حدۃ فی العلم، ص30
3 - سورت التحریم، آیت: 6
4 - معارف القرآن، جلد ہشتم، ص501

یہاں یہ بات بھی قابل لحاظ ہے "اہل"

سے مراد اصلاً بیوی ہی ہوتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امہات المومنین کو ہدایت فرمائی کہ وہ ہر بات عورتوں کو سکھائیں اور مسلمانوں سے کہا کہ انہیں نصف تعلیم کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

اس حدیث سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ جس طرح علم حاصل کرنا مرد کے لیے ضروری ہے اسی طرح عورت کے لیے بھی ضروری ہے۔ جو عورت پڑھی لکھی ہوگی وہ اپنے گھر اور بچوں کی تربیت اچھی طرح کر سکے گی اور والدین پر فرض ہے کہ وہ اپنی اولاد کے لیے ہر طرح کی تعلیمی سرگرمیاں مہیا کریں تاکہ وہ پڑھ لکھ کر ایک معزز شہری بن سکے۔

تجارت:

صحابیات میں بعض عورتیں تجارت بھی کرتی تھیں، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تجارت شام سے نہایت وسیع پیمانے پر تھی، حضرت قیلہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی:

"إني امراة أبيع واشتري"

میں ایک ایسی عورت ہوں جو مختلف چیزیں، بیچتی اور خریدتی رہتی ہے"

اس سے ہمیں پتہ چلا کہ عورمیں تجارت بھی کر سکتی ہیں۔

صنعت و حرفت:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی صنعت و حرفت سے واقف تھیں اس کے ذریعہ اپنے اور خاوند اور بچوں کے اخراجات بھی پورے کرتی تھیں۔

"ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا میں ایک کاریگر عورت ہوں، چیزیں تیار کر کے فروخت کرتی ہوں، میرے شوہر اور بچوں کے پاس کچھ نہیں ہے" اور دریافت کیا کہ کیا وہ ان پر خرچ کر سکتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا ہاں تم کو اس کا اجر ملے گا۔[2]

کاشت کاری:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی خالہ کو طلاق ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھیتوں میں جانے اور کھجور کے درخت کاٹنے کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا:

"آپ باہر جا کر کھیتوں میں کام کیا کریں، اور کھجور کے درخت کاٹا کریں، تاکہ اس آمدنی سے صدقہ کریں اور بھلائی کر سکیں"[3]

---

1 - طبقات ابن سعد، علامہ محمد بن سود، ترجمہ: مولوی نذیر الحق میرٹھی، جلد 8 نفیس اکیڈمی، اسٹریچن روڈ کراچی، مارچ 1971ء، ص 212 جلد 8

2 - طبقات ابن سعد، ص 212

3 - سنن ابوداود، امام ابو داود سلیمان بن اشعث، جلد ثانی، کتاب طلاق، باب فی المبتونہ تخرج بالنہار، ص 289، رومی پبلیشرز اردو بازار لاہور 1406 ہجری

سکتی ہیں، جن کی نظیر ہمیں ان تمام احادیث سے ملی جو اوپر گزر چکی۔

حجاب کا مفہوم:

حجاب عربی زبان کا لفظ ہے اور اسم مذکر ہے۔ اس کے معنی پردہ، اوٹ، اڑ اور شرم وحیاء کے ہیں۔[1]

امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"الحَجَبُ وَالحِجَابُ" کسی چیز تک پہنچنے سے روکنا اور درمیان میں حائل ہو جانا۔[2]

پردہ شریعت اسلامی میں:

پردہ کے سلسلے میں مولانا شبلی نعمانی رحمہ اللہ کا مضمون جس کا عنوان "پردہ" ہے جو ان کے مقالات جلد اول میں شامل ہے دیکھنے کے قابل ہے انہوں نے پردہ کی دو قسمیں قرار دی ہیں۔

[الف] چہرہ اور تمام اعضاء کا ڈھکنا

[ب] مردوں کی مجلسوں میں شریک نہ ہونا

وہ لکھتے ہیں کہ پہلی قسم کا پردہ اسلام سے پہلے عرب میں موجود تھا، حمیر کے قبیلہ کے مرد بھی اسلام سے پہلے نقاب کا استعمال کرتے تھے۔ اسپین میں اسلام کے بعد جب ان کی حکومت قائم ہوئی تو یہ

---

1 - فرہنگ آصفیہ از سید احمد دہلوی، جلد دوم، ص 157 سنگ میل پبلی کیشنز چوک اردو بازار لاہور

2 - المفردات فی غریب القرآن از امام راغب اصفہانی، ص214، اہل حدیث اکادمی کشمیری بازار لاہور، جنوری 1971ء

چہروں پر ہمیشہ نقاب ڈالے رہتے تھے۔

تاریخ یعقوبی میں ہے کہ جب اہلِ عرب عکاظ کے بازار میں آتے تھے تو ان کے چہروں پر برقعے پڑے ہوتے تھے۔

"وكانت العرب تحفرون سوق عكاظ وعلى وجوههم البراقع"[1]

آج کی عورت پردے کو دقیانوسی اور فالتو تصور کرتی ہے اس کے مطابق اگر آنکھوں میں شرم وحیاء ہے تو پردے کی کوئی ضرورت نہیں ہے لیکن سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی انبیائے کرام نے بھی اپنی عورتوں کو پردہ کرایا تو کیا خدانخواستہ ان کی آنکھوں اور دل میں شرم وحیا کی کمی تھی؟[2]

پردے کا مقصد:

پردہ کرنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ ہم خود کو بے پردہ کر کے دوسروں کو موقع ہی کیوں دیں کہ وہ غلط راستے کی طرف متوجہ ہوں۔ پردے میں رہ کر اگر گھر کے اندر اور باہر کے کام کیے جائیں تو اس سے ایک تو مذہب پر عمل پیرا ہونے کا موقع ملتا ہے دوسرا پردے میں عورت خود کو محفوظ اور معتبر تصور کرتی ہے اور دنیا کی بے ہودہ نظروں سے محفوظ رہتی ہے اس طرح وہ زیادہ بااعتماد ہو کر اپنے روز

---

1 - عورت قرآن وسنت اور تاریخ کے آئینے میں، ص80-81

2 - شازیہ زیب، عورت کے لیے پردے کا حکم، ماہنامہ الجامعہ، اکتوبر، 2009ء، ص42

ہے اور اس فساد اور بگاڑ کو روکنے میں عورت کا پردہ بہت اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ [1]

1 - ایضاً

شریعت اسلامیہ کا ایک اہم مقصد پردے کا فروغ اور مسلمانوں کی عزتوں کو پامال ہونے سے بچانا ہے۔ اسلام عورت کی عزت وآبرو کی حفاظت کا ضامن ہے۔

خواتین کے پردے پر ساری امت کا اجماع ہے باقی رہا چہرے اور ہاتھوں کو چھپانے کا مسئلہ تو اس کا حسن اور خوبصورتی اس کے چہرے میں ہی ہوتی ہے۔ اگر اس کی خوبصورتی کو ہی نمایاں رکھنے کا جواز نکال لیا جائے تو فتنے کے پھیلنے کا اندیشہ زیادہ ہوتا ہے اور جہاں فتنہ اور گناہ کا اندیشہ ہو وہاں مباح کام کو بھی ترک کرنا زیادہ اہم ہے۔ شخصیت کی معرفت کا دارومدار انسانی چہرے میں پنہاں ہوتا ہے گویا انسانی جسم میں چہرہ ہی وہ واحد عضو ہے جس سے انسانی شخصیت پہچانی جاتی ہے لہٰذا اس کا پردہ اتنا ہی ضروری ہے۔ جتنا باقی جسم کو چھپانا۔[1]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَلِكَ أَدْنَى أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا"[2]

ترجمہ:

---

1 - عورت کا اصل زیورپردہ، ص59

2 - سورت احزاب، آیت: 59

اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکا یا کریں یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور نہ ستائی جائیں، اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے"[1]

اس آیت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات وبنات اور عام مسلمانوں کی بیویوں کو یہ حکم دیا کہ لمبی چادر میں مستور ہو کر نکلیں جس کو سر سے کچھ نیچے چہرے پر لٹکا لیا کریں [جس کو اردو زبان میں گھونگھٹ کرنا کہتے ہیں] اس حکم سے پردہ شرعی کے حکم کی تکمیل بھی ہو جائے گی اور بہت سہولت کے ساتھ اوباش اور شریر لوگوں سے حفاظت بھی۔[2]

علامہ جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ جلباب کے متعلق یوں فرماتے ہیں۔

"جلابیب جمع ہے جلباب کی اور یہ وہ پردہ ہے جو عورت پہنتی ہے اور جب کسی ضرورت سے گھر سے باہر نکلتی ہے تو اس کا کچھ حصہ چہرے پر لے لیتی ہے اور صرف ایک آنکھ کھلی رکھتی ہے"[3]

اس آیت کے ذیل میں پیر محمد کرم شاہ صاحب لکھتے ہیں:

یہاں مسلمان عورتوں کو حکم دے دیا گیا کہ بیٹھو اپنے گھروں میں اور زمانہ قدیم کی جاہلیت والیوں کی طرح نہ پھرو۔ عورتوں کے لیے یہ حکم ہے کہ وہ گھروں سے نہ نکلیں۔ ان کی تخلیق گھریلو

---

1 - معارف القرآن، جلد ہفتم، ص229-230

2 - معارف القرآن، جلد ہفتم، ص230-231

3 - تفسیر الجلالین للقرآن العظیم، شرح تفسیر کمالین، ترجمہ: مولانا محمد نعیم صاحب المجلد الاول، ص563، مکتبہ شرکت علمیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان شہر

کاموں کے لیے ہوتی ہے۔ اس میں مشغول رہیں اور اس پردہ جو شرعاً مطلوب ہے

ہے۔[1]

اسی طرح دوسری آیت میں ارشاد ہے:

"وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ"[2]

ترجمہ:

اور مومن عورتوں سے کہو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کی چیزوں کا اظہار نہ کریں مگر جو ناگزیر طور پر ظاہر ہو جائے اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈال لیں اور اپنے سنگھار کو ظاہر نہ کریں۔[3]

مولانا شفیع محمد صاحب فرماتے ہیں:

یغضو، غض سے مشتق ہے جس کے معنی کم کرنے اور پست کرنے کے ہیں نگاہ پست اور نیچی رکھنے سے مراد نگاہ کو ان چیزوں سے پھیر لینا ہے جن کی طرف شرعاً ممنوع و ناجائز ہے۔

1 - ضیاء القرآن، جلد چہارم، ص95

2 - سورت النور، آیت: 30

3 - معارف القرآن، جلد ششم، ص395

ابن جبان فرماتے ہیں اس میں غیر محرم عورت کی طرف بری نیت سے دیکھنا یا

کسی نیت کے دیکھنا کراہتاً داخل ہے اور کسی عورت یا مرد کے ستر شرعی پر نظر ڈالنا بھی اسمیں داخل ہے کسی کا راز معلوم کرنے کے لیے اس کے گھر میں جھانکنا اور تمام وہ کام جن نگاہ کے استعمال کرنے کو شریعت نے ممنوع قرار دیا ہے اس میں داخل ہیں۔[1]

زینتھن:

زینت اس چیز کو کہا جاتا ہے جس سے انسان اپنے آپ کو مزین اور خوش منظر بنائے۔ وہ عمدہ کپڑے بھی ہو سکتے ہیں۔ زیور بھی۔

جمہور مفسرین نے اس آیت میں زینت سے مراد محل زینت یعنی وہ اعضاء جن میں زینت کی چیزیں زیور وغیرہ پہنی جاتی ہیں۔ اس سے مراد یہ ہوگا کہ عورتوں پر واجب ہے کہ وہ اپنی زینت یعنی مواقع زینت کو ظاہر نہ کرے۔[2]

ما ظهر منها:

عورت کے لیے اپنی زینت کی کسی چیز کو مردوں کے سامنے ظاہر کرنا جائز نہیں بجز ان چیزون کے جو خود بخود ظاہر ہو ہی جاتی ہیں۔

اس آیت کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عباس کی تفسیریں مختلف ہیں۔

---

1 - ایضاً، ص398-399

2 - معارف القرآن، جلد ششم، ص401

[illegible] لیا گیا ہے

وہ اوپر کے کپڑے میں جیسے برقع یا لمبی چادر جو برقع کے قائم مقام ہوتی ہے یہ کپڑے زینت کے کپڑوں کو چھپانے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔

ان کی تفسیر کے مطابق تو غیر محرم مردوں کے سامنے عورت کو چہرہ اور ہاتھ کھولنا بھی جائز نہیں صرف اوپر کے کپڑے. برقع وغیرہ کا اظہار بضرورت مستثنیٰ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے مراد چہرہ اور ہتھیلیاں ہیں جب عورت کی ضرورت سے باہر نکلنے پر مجبور ہو تو نقل وحرکت اور لین دین کے وقت چہرے اور ہتھیلیوں کو چھپانا مشکل ہے۔

ان کی تفسیر کے مطابق چہرہ اور ہاتھوں کی ہتھیلیاں بھی غیر محرموں کے سامنے کھولنا جائز ہے۔[1]

وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ

عورتوں پر لازمی ہے کہ اپنے پاوں اتنی زور سے نہ رکھیں جس سے زیور کی آواز نکلے اور ان کی مخفی زینت مردوں پر ظاہر ہو۔

---

1 - معارف القرآن، جلد ششم، ص401-402

... اندر کوئی چیز ایسی ڈالی جائے جس سے وہ بجنے لگے یا ایک زیور دوسرے زیور سے ٹکرا کر بجے یا پاؤں زمین پر اس طرح مارے جس سے زیور کی آواز نکلے اور غیر محرم مرد سنیں یہ سب چیزیں اس آیت کی رو سے ناجائز ثابت ہیں۔[1]

---

1 - معارف القرآن، ص405-406

باب ثانی: حدود و تعزیرات

- حدود کی لغوی اور اصطلاحی تعریف
- حدود کی اقسام
- تعزیرات کی لغوی و اصطلاحی تعریف
- حدود و تعزیرات میں فرق
- زنا
- قذف
- لعان

حدود اللہ اور تعزیرات

اسلام چونکہ دینِ فطرت ہے اور فطرت انسانی عالمگیر ہے اس لیے اسلام کے تمام قوانین جو کہ حدود و تعزیرات کی شکل میں ہیں، انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں اور ان میں تمام انسانوں کی بقاء وکامیابی کا راز مضمر ہے۔ جیسا کہ مذکورہ بالا مباحث میں اسلام کے احکام پردہ پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ یہ حکم بذاتِ خود کتنی برائیوں [زنا، قذف، لعان] وغیرہ کی روک تھام کا باعث بنتا ہے لیکن جب عورت اپنے اصل مقام سے گرجاتی ہے اور مخلوط محفلوں میں بغیر پردے کے شرکت کرتی ہے اور اس کے نتیجے میں ایسی برائیاں جنم لیتی ہیں جو اپنے نتائج کے حوالے سے انتہائی سنگین ہوتی ہیں تو اسلام نے ان برائیوں پر ایسی سزائیں مقرر کی ہیں کہ وہ باقی لوگوں کے لیے باعث عبرت ہیں تاکہ دوسرا ان کے ارتکاب کی جرات نہ کرسکے اب میں ذیل میں حدود و تعزیرات، ان کی اقسام، قذف اور لعان پر بحث کروں گی۔

حد کا لغوی مفہوم:

امام راغب اصفہانی نے حد کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

حد سے مراد وہ شئے ہے جو دو اشیاء کو باہم ملنے سے روک دے۔[1]

---

1 - المفردات فی غریب القرآن، امام راغب اصفہانی، ص216، اہل حدیث اکادمی کشمیری بازار لاہور، جنوری 1971ء

حد کے معنی رکاوٹ کے بھی ہیں اس لیے دربان کو حداد کہتے ہیں کیونکہ وہ اندر جانے سے روکتا ہے۔اس طرح کسی چیز کے انجام اور اخیر کو بھی حد کہتے ہیں۔[1]

اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ میں حد کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

ا. دو چیزوں کے درمیان روک جو ایک کو دوسرے سے ملنے نہ دے، یا ایک کو دوسرے سے جدا کر دے

ب. کسی شئے کی انتہا، مثلاً زمینوں کی حد

ج. دو چیزوں کے درمیان فصل، ان میں سے ہر ایک کی انتہا اس کی حد ہے[2]

ابن منظور نے لسان العرب میں حد کی تعریف یوں کی ہے۔

"عقوبة مقدرة تجب حق الله"[3]

جو سزا اللہ تعالیٰ کے حق کی حیثیت میں واجب ہوتی ہے۔

اصطلاحی مفہوم:

فقہی اصطلاح میں حدود مقرر سزا ہے جس کا لاگو کرنا بطور حق اللہ [یا حکم الٰہی کے] واجب ہے اور جنہیں معاف کرنے کا اختیار کسی کو نہیں ہے۔[4]

---

1 - اسلامی انسائیکلو پیڈیا محبوب عالم، ص260 الفیصل ناشران اردو بازار لاہور نومبر 1992ء

2 - اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ہفتم ص 952

3 - لسان العرب ابن منظور جلد سوم، ص140 الطبعہ الاولیٰ بیروت لبنان، دار احیاء التراث

4 - کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، عبدالرحمٰن الجزیزی، مترجم منظور احسن عباسی، جلد پنجم، ص9، مکتبہ جدید پریس 9 ریلوے روڈ، لاہور، چھٹا ایڈیشن 2000ء

ترجمہ: یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں ان کے قریب نہ جاو[2]

دوسری جگہ ارشاد ہے:

"تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ"[3]

ترجمہ: یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور جو تجاوز کریں گے وہی ظالم ہیں۔[4]

مولانا سلامت علی خان اپنی فقہ کی مشہور کتاب "اسلامی قانون فوجداری" میں حد کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں:

شرعی لحاظ سے حد اس مقررہ سزا کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کا حق ہے یہی وجہ ہے کہ قصاص کو حد نہیں کہا جاتا کیونکہ وہ بندے کا حق ہے اور تعزیر کو بھی حد نہیں کہا جاتا کیونکہ وہ بندے کا حق ہے اور تعزیر کو بھی حد نہیں کہا جا سکتا باین طور پر وہ مقررہ سزا نہیں ہے۔[5]

---

1 - سورۃ البقرہ، آیت: 187

2 - ضیاء القرآن، پیر محمد کرم شاہ، جلد اول، ص 167

3 - سورۃ البقرہ، آیت: 229

4 - ضیاء القرآن، جلد اول، ص 158

5 - کتاب الاختیار، سلامت علی خان، بعنوان اسلامی قانون فوجداری ترجمہ: عبدالسلام ندوی، ص 1 مکتبہ امدادیہ ملتان

کہ شریعت میں واقع ہونے والی حدیں گناہوں میں واقع ہونے سے منع کرتی ہیں۔[1]

مندرجہ بالا تمام تعریفات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حد سے مراد وہ تمام سزائیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کو پار کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین ہیں اور وہ تمام سزائیں ناقابلِ اسقاط ہیں۔ یعنی ان سزاوں کو نہ افراد ساقط کر سکتے ہیں نہ معاشرہ اور نہ ہی ریاست۔

1 - اشعۃ اللمعات شرح المشکاۃ، مولانا سد عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ، ترجمہ حواشی علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی، کتاب الحدود ص636 فرید بک سٹال، 40 اردو بازار لاہور پاکستان، اکتوبر 1989ء

نصوص [قرآن وسنت] سے اس طرح کے سات افعال کی نشان دہی ہوتی ہے جن کی حدیں مقرر ہیں ایسے افعال میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مقرر کردہ حد عبور کرنے پر سزا بھی مقرر ہے اور مقررہ حدود مندرجہ ذیل ہیں۔

1- ارتکاب زنا:

جس میں شادی شدہ زانی کے لیے رجم کی سزا اور غیر شادی شدہ زانی کے لیے سو کوڑے اور بعض صورتوں میں ایک سال کی جلاوطنی بھی شامل ہے۔[1]

2- قذف:

کسی پاک دامن شخص پر زنا کی تہمت لگانے پر اسی [80] کوڑوں کی سزا مقرر ہے۔[2]

3- شراب نوشی:

اللہ تعالیٰ نے شراب کو حرام قرار دیا اس کے باوجود کوئی مسلمان شراب نوشی کا ارتکاب کرے تو چالیس اور بعض صورتوں میں اسی [80] کوڑوں کی سزا مقرر ہے۔[3]

4- چوری:

چوری کرنے والا مرد ہو یا عورت دونوں کے ہاتھ ان کے کرتوت کی پاداش میں کاٹ دو۔[4]

---

1 - سورۃ النور، آیت: 2

2 - سورۃ النور، آیت: 4

3 - سورۃ المائدہ، آیت: 90

4 - سورۃ المائدہ، آیت: 38

اسلام قبول کر کے اس سے پھر جانا، قرآنی تعلیمات کے منافی ہے جس کی سزا موت ہے۔

[البقرہ: 217] نیز کتب حدیث [1]

6- فساد فی الارض:

ریاست کے امن وسکون کو برقرار رکھنا بھی حکومت کے مقاصد میں ایک اہم مقصد ہے اس میں خلل ڈالنا مقررہ حد کو عبور کرنے کے مترادف ہے جس کے لیے قتل، سولی، ہاتھ پاوں کاٹنا اور جلاوطنی جیسی سزائیں اپنے مواقع کی مناسبت سے مقرر ہیں۔ جدید دور میں دہشت گردی جیسے جرائم اس کی زد میں آسکتے ہیں۔ [2]

7- بغاوت:

اسلامی ریاست سے وفاداری اس کے شہریوں کی بنیادی فرائض میں سے ایک ہے۔ اس فرض سے پہلو تہی، اگر بغاوت کی صورت میں ہو تو حد عبور کرنے کے مترادف ہے جس کے لیے سزا مقرر ہے۔ [الحجرات: 9 کتب حدیث] [3]

---

1 - سورۃالبقرہ، آیت: 217

2 - سورۃالمائدہ، آیت: 22

3 - اسلام کا تصور جرم وسزا، ڈاکٹر شہزاد اقبال شام، شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، ص706

ہے [illegible] ہیں۔

اس طرح عبدالقادر عودہ شہید نے بھی سات حدود کا ذکر کیا ہے۔ جن کا تذکرہ اوپر کیا گیا ہے۔(2)

مذکورہ جرائم کی قباحت کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے اور ان کے ارتکاب کی صورت میں سزا [حد] بھی اللہ تعالیٰ نے مقرر کی ہے اور یہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہیں لہٰذا کتاب، سنت، آثار واقوال اور فقہائے امت کی آراء کے تناظر میں دیکھا جائے تو حدود کی تعداد سات ہی ثابت ہوتی ہے گویا کہ اجماع ہے۔

---

1 - التعزیر فی الشریعہ اسلامیہ از ڈاکٹر عبدالعزیز ادارہ معارف اسلامی کراچی، 1985ء ص13

2 - اسلام کا فوجداری قانون، عبدالقادر عودہ شہید، مترجم ساجد الرحمٰن کاندھلوی، ص81، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور، مارچ 1979ء

تعزیر اس سزا کو کہتے ہیں جو قانون میں بلحاظ مقدار و نوعیت بالکل مقرر نہ کی گئی ہو جس میں عدالت حالات مقدمہ کے لحاظ سے کمی بیشی کر سکتی ہے۔[1]

زبیدی کے نزدیک تعزیر کا مطلب کچھ ایسا ہے۔

تعزیر [لوگوں کو] قانون فرائض واحکام پر قائم رکھنا ہے اور اس کا اصل معنی ادب دینا ہے لہٰذا ایسی مار پیٹ جو حد سے کم ہو اسے تعزیر کہتے ہیں۔[2]

اصطلاحی مفہوم:

اصطلاح میں تعزیر سے مراد وہ سزائیں ہیں جنہیں کتاب وسنت نے متعین نہیں کیا بلکہ حاکم وقت اس کے ایما پر قاضی موقع کے اعتبار سے یا ضرورت کے مطابق متعین کر سکتا ہے یعنی تعزیر ایسے گناہ کے لیے مشروع ہے جس میں حد اور کفارہ نہ ہو[3]

تعزیرات وہ سزائیں ہیں جو ان قوانین کی خلاف ورزی کی پاداش میں تجویز کی جاتی ہیں یا کی جاسکتی ہیں جن کو شوریٰ وقتاً فوقتاً وضع کرتا رہا یا کر سکتا ہے۔[4]

---

1 - تفہیم القرآن، جلد سوم، ص338

2 - تاج العروس من جواہر القاموس، سید محمد مرتضیٰ الزبیدی، جلد سوم، ص295 منشورات دار مکتبہ الحیاۃ بیروت، 1405ہجری

3 - اسلامی انسائیکلوپیڈیا، سید قاسم محمود ٹیکسٹ پرنٹنگ پریس لاہور، آٹھواں ایڈیشن، جلد دوم، ص556

4 - اصول اسلامی، خواجہ عباد اللہ اختر، ص1، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور 1952ء

میں فیصلہ کرنے لگو تو عدل وانصاف کے ساتھ کرو، اللہ تمہیں خوب نصیحت کرتا ہے بے شک اللہ سنتا اور دیکھتا ہے"[1]

ارشادات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں بھی واضح طور پر ہمیں تعزیر اور سزاوں کا تذکرہ ملتا ہے جیسے امام محمد بن یزید نے اپنے مجموعہ حدیث سنن ابن ماجہ میں یوں بیان کیا ہے۔

"جو شخص حد [کی سزا] کے سوا کسی [تعزیری] سزا میں حد تک پہنچے تو وہ تجاوز کرنے والوں میں سے ہے"

1 - ضیاء القرآن، جلد اول، ص355

...زیر میں فرق

جس جرم کی سزا قرآن وسنت میں متعین ومقرر ہو، حد کہلاتی ہے اور جس جنایت یا جرم کی سزا مقرر نہ ہو یا قاضی کی صوابدید پر منحصر ہو، وہ تعزیر کہلاتی ہے۔

تعزیر میں بندوں کو کچھ حقوق حاصل ہوتے ہیں اور اس میں بندہ تصرف کر سکتا ہے اس کی سزا کم وبیش کی جاسکتی ہے اور اسے تبدیلی بھی کیا جاسکتا ہے مثلاً دروں کی سزا کو قید میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔

لیکن حد اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے اس میں بندہ اپنے تصرف سے کوئی کمی بیشی نہیں کر سکتا۔ حد کا شمار حقوق اللہ میں ہوتا ہے جبکہ تعزیر کا شمار حقوق العباد میں ہوتا ہے۔[1]

1- حد اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور اس کی سزا بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے۔

تعزیر اللہ کا حق نہیں ہے اور اس کی سزا قاضی یا حاکم کی صوابدید پر رکھی گئی ہے۔

2- حد شارع کی طرف سے متعین سزا ہے جبکہ تعزیر غیر مقررہ سزا ہے جو حق تعالیٰ اور حق انسانی دونوں کے لیے ہو سکتی ہے۔

3- حد نا قابل معافی اور نا قابل مصالحت جرم ہے جبکہ تعزیر میں معافی، مصالحت اور سفارش کی گنجائش ہے۔

---

1 - اسلامی انسائیکلوپیڈیا، جلد دوم ص556

تعزیر توبہ کرنے سے ساقط نہیں ہوتی جس طرح کے حد توبہ کرنے سے ساقط نہیں ہوتی

1 - الاشباہ والنظائر، ص 3

بدکاری کا جرم انسانی جرائم میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ جرم ہے جو انسانی شرافت، اخلاق اور انسانی فضل و کرم کے منافی اور معاشرہ کی بنیاد کو منہدم کردے، خاندان کو تباہ کرنے، نسل کو مٹانے، زوجیت کے رشتہ کو منقطع کرنے کے مترادف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے زنا کو حرام کردیا ہے اور یہ گناہ کبیرہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا"[1]

اور زنا کے قریب مت جاو بلاشبہ وہ بے حیائی ہے اور بہت برا راستہ ہے۔[2]

اس طرح احادیث مبارکہ میں بھی زنا کو حرام فرمایا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعور رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بڑا گناہ یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراو حالانکہ اس نے تم کو پیدا کیا ہے۔ میں نے پوچھا اس کے بعد کونسا؟

---

1 - سورۃ اسراء، آیت: 32

2 - معارف القرآن، جلد پنجم، ص475

پھر کونسا؟ یہ کہ تم اپنے پڑوس کی بیوی سے زنا کرو۔(1)

ابتدائے اسلام میں زنا کا ارتکاب کرنے والی عورتوں کو جرم ثابت ہونے پر ان کے گھروں میں قید کر دیا جاتا اور اس وقت تک ان کو قید میں رکھا جاتا جب تک کہ وہ مر نہ جائیں اور مردوں کو جسمانی اذیت دی جاتی تھی اور اس کی وضاحتیں سورۃ النساء کی مندرجہ ذیل آیت کریمہ سے ہوتی ہے۔

"وَاللَّاتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِنْكُمْ فَإِنْ شَهِدُوا فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّى يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا"(2)

ترجمہ: اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کا ارتکاب کر بیٹھیں ان پر اپنے لوگوں میں سے چار شخصوں کی گواہی لو۔ اگر وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھر میں قید کر دو، یہاں تک کہ موت ان کا کام تمام کر دے یا اللہ ان کے لیے کوئی اور سبیل [راستہ] پیدا کر دے۔(3)

زنا کی سزا:

زنا کی سزا دو قسم کی ہے۔

---

1 - صحیح بخاری، جلد سوم، ص712

2 - سورۃ النساء، آیت: 15

3 - ضیاء القرآن، جلد اول ص328

۲۔ رجم

کوڑے:

اگر غیر شادی شدہ مرد و عورت زنا کریں تو ان کی سزا کوڑے ہیں جیسا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ"[1]

ترجمہ: زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو 100 کوڑے مارو[2]

اس طرح احادیث مبارکہ سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھا گیا کہ اگر غیر شادی شدہ باندی زنا کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب وہ زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارو اور اگر پھر زنا کرے تو پھر کوڑے مارو اور اگر پھر زنا کرے تو پھر کوڑے مارو پھر اس کو بیچ دو خواہ رسی کے ایک ٹکڑے کے عوض بیچنا پڑے۔[3]

---

1 - سورۃ النور، آیت: 2

2 - تفہیم القرآن، جلد سوم، ص319

3 - صحیح بخاری، جلد سوم، ص726

[غیر شادی شدہ] کو حد میں سو کوڑے مارنے کا حکم دیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر شادی شدہ کی سزا کوڑے ہیں۔

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر گناہ کے مرتکبین میں مندرجہ ذیل شرائط پائی جائے تو ان کو کوڑے کی سزا دی جائے۔

1- زنا کرنے والے کنوارے ہو
2- زنا کرنے والے بالغ ہو، نابالغ پر بالاتفاق حد جاری نہیں ہوتی
3- زنا کرنے والے عاقل ہوں، پاگل اور مجنون پر بالاتفاق حد جاری نہیں ہوتی۔
4- مسلمان ہو، شادی شدہ کافر پر فقہاء حنفیہ کے نزدیک حد جاری نہیں ہوتی البتہ اس کو کوڑے لگائے جاتے ہیں۔
5- آزاد ہو[1]

رجم:

آئمہ وفقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ جس شخص میں شادی شدہ ہونے کی تمام شرطیں پائی جائیں اور وہ ایسی عورت سے بدفعلی کرے جس میں شادی شدہ ہونے کی تمام شرطیں ہوں یعنی وہ عورت

---

1 - کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، عبدالرحمٰن الجزیری، ترجمہ منظور احسن عباسی، جز پنجم ص70-71، علماء اکیڈمی شعبہ مطبوعات محکمہ اوقاف پنجاب، چھٹا ایڈیشن جولائی 2000ء

اور محصن ہیں تو دونوں کو سنگسار کیا جانا واجب ہے یہاں تک کہ وہ مر جائیں۔

رجم اسلامی حدود میں سب سے اہم اور مقدم ہے مشہور و متواتر المعی صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد بار حد رجم جاری فرمائی۔ خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم کا اس پر اجماع ہے۔ چودہ سو سال سے تمام علماء اسلام کا اس پر اتفاق چلا آ رہا ہے۔

سنی، شیعہ، دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث یعنی ملت کے تمام مکاتب فکر اس مسئلے پر متفق ہیں۔[1]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حیاتِ طیبہ میں مجرموں کو رجم کی سزا دی ہے۔

ماعز اسلمی کا رجم:

یہ شخص قبیلہ اسلم کا ایک یتیم لڑکا تھا۔ جس نے حضرت ہزال بن نعیم کے ہاں پرورش پائی تھی۔ یہاں وہ ایک آزاد کردہ لونڈی سے زنا کر بیٹھا ہزال نے کہا جاکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گناہ کے بارے میں بتاو شاید کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لیے دعا مغفرت فرمادے اس نے مسجد میں آکر عرض کی مجھ سے یہ گناہ ہوگیا۔ اس سے پاک کیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ دوسری

1 - [الف] شرح صحیح مسلم، ترجمہ غلام رسول سعیدی، جلد رابع، ص 797 رومی پبلی کیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور، طبع بار اول مئی 1990ء، اسلام کا تصور جرم وسزا، خورشید احمد ندیم، جلد دوم، ص 13، عالمی ادارہ تحقیقات اسلامی 28 مین روڈ ایف 10/2 اسلام آباد، 1997ء، تفہیم القرآن، جلد سوم، ص 326-327

صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ پھیر لیا۔ مگر وہ نہ مانا اور پھر اس نے اپنی بات دہرائی۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے فرمایا شاید تو نے بوس و کنار کیا ہو گا یا چھیڑ چھاڑ کی ہو گی یا نظر بد ڈالی ہو گی۔ اس نے کہا نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تو اس سے ہمبستر ہوا؟ اس نے کہا ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تو جانتا ہے کہ زنا کسے کہتے ہیں؟ اس نے کہا جی ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تیری شادی ہو چکی ہے؟ اس نے کہا جی ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تو نے شراب تو نہیں پی لی ہے؟ اس نے کہا نہیں، ایک شخص اٹھ کر اس کا منہ سونگھا اور تصدیق کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے محلّہ داروں سے پوچھا کیا یہ دیوانہ تو نہیں ہے؟ انہوں نے کہا ہم نے اس کی عقل میں کوئی خرابی نہیں دیکھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہزال سے فرمایا کاش تم نے اس کا پردہ ڈھانک دیا ہوتا، تو تمہارے لیے اچھا ہوتا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز کو رجم کرنے کا حکم صادر فرمادیا۔[1]

غامدیہ کا رجم:

ماعز کے بعد غامدیہ قبیلہ کی ایک عورت آئی، آکر اپنے گناہ کا اقرار کیا اور کہا کہ مجھے پاک کیجیے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ٹالنے کے لیے اسے واپس کر دیا۔ پھر دوسرے دن آئی اور کہنے لگی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی ماعز کی طرح ٹال رہے ہیں۔ بخدا میں تو حاملہ ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم

---

1 - صحیح بخاری، کتاب المحاربین، باب رجم المحصن، جلد سوم، ص 713

پھر آئی اور عرض کی کہ اب اس کا دودھ چھڑا دیا ہے اور روٹی کھانے لگا ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر حد جاری کر دی۔[1]

ان دونوں احادیث سے یہ بات واضح ہوئی کہ دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مجرمین کو رجم کی سزا سنائی گئی اس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ محصور تھے تو انہوں نے لوگوں پر نگاہ دوڑائی اور فرمایا مجھے کس بنا پر قتل کرتے ہو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا ہے کہ کسی شخص کا خون حلال نہیں بغیر تین صورتوں کے، ایک یہ کہ وہ شادی کے بعد زنا کا مرتکب ہو تو اسے رجم کیا جائے، دوسرا یہ کہ کسی کو جان بوجھ کر قتل کر ڈالے تو پھر اس سے قصاص لیا جائے گا، تیسرا یہ کہ وہ اسلام لانے کے بعد مرتد ہو جائے تو اسے قتل کر دیا جائے گا اور میں نے ان تینوں میں سے کوئی کام نہیں کیا۔ میں تو اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں"[2]

---

1 - صحیح مسلم، کتاب الحدود باب حد الزناء، جلد چہارم، ص327

2 - البدایہ والنہایہ، حافظ ابن کثیر، جلد السابع، ص179

بخاری و مسلم میں مذکور ہے۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم نے رجم کیا، اب مجھے خطرہ ہے کہ زمانے گزرنے پر کوئی کہنے والا یوں نہ کہنے لگے کہ ہم رجم کا حکم کتاب اللہ میں نہیں پاتے، اگر ایسی بات ہوئی تو وہ ایک دینی فریضہ ترک کرنے سے گمراہ ہو جائیں گے جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے"[1]

حضرت فاروق اعظم کا یہ خدشہ درست ثابت ہوا اور بعد کے زمانے میں کچھ لوگوں نے وہی کہا جس کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیش گوئی کی، مگر الحمد للہ ان کی یہ بات انہی تک محدود رہی اور امت اس گناہ سے محفوظ رہ گئی، جمہور امت کے یہاں "رجم" کا حکم بالکل بجا ہے اور امت میں یہی حکم رائج ہے۔

عقل سے بھی رجم کی تائید ہوتی ہے کہ شادی شدہ کی سزا میں فرق ہونا چاہے اور اس کی یہی صورت ہے دوسری بات یہ کہ غیر شادی شدہ کی جب شادی کی جائے تو یہ بری عادت باقی نہ رہے۔ مگر شادی شدہ سے جب یہ جرم ہو جائے تو خطرہ ہے کہ اس کا وجود مرض متعدی کی حیثیت اختیار نہ کرلے اس لیے بہتر ہے کہ اس کے وجود سے معاشرہ پاک ہو جائے۔

---

1 - صحیح بخاری، جلد دوم، ص1009، صحیح مسلم جلد دوم، ص65 کتاب الحدود

زنا ایک سنگین جرم ہے اور اس کی سزا اسلام میں سب جرائم کی سزاوں سے سخت ہے اور اس کے ساتھ اس کے ثبوت کے لیے شرائط بھی سخت رکھی گئی ہیں جن میں ذرا بھی کمی رہے یا شبہ پیدا ہو جائے تو زنا کی انتہائی سزا جس کو حد کہا جاتا ہے وہ معاف ہو جاتی ہے۔ صرف تعزیری سزا بقدر جرم باقی رہ جاتی ہے۔ تمام معاملات میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ثبوت کے لیے کافی ہو جاتی ہے۔ مگر زنا میں حد جاری کرنے کے لیے چار مرد گواہوں کی عینی شہادت جس میں کوئی التباس نہ ہو ضروری شرط ہے۔ اگر شہادت زنا کی کوئی شرط مفقود ہونے کی بنا پر شہادت رد کی گئی تو پھر شہادت دینے والے کی خیر نہیں ان پر قذف یعنی زنا کی جھوٹی تہمت کا جرم قائم ہو کر حد قذف اسی [80] کوڑے لگائے جاتے ہیں۔[1]

علامہ غلام رسول سعیدی نے شرح صحیح مسلم میں سات شرائط کا ذکر کیا ہے۔

1- زنا کے ثبوت کے لیے چار گواہ ضروری ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "وَاللَّاتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِنْكُمْ"[2]

اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کا ارتکاب کریں ان کے خلاف اپنے مردوں میں سے چار گواہ لاو

---

1 - ضیاء القرآن، جلد اول، ص 527-528

2 - سورۃ النساء، آیت: 15

"حضرت سعد بن عبادہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بتائیے کہ اگر میں اپنی عورت کے ساتھ کسی مرد کو دیکھوں تو کیا اس کو چار گواہ لانے تک مہلت دوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں"

2- زنا کے تمام گناہوں کا مرد ہونا ضروری ہے اس میں عورت کی گواہی کسی حال میں قبول نہیں کی جائے گی۔

3- زنا کے تمام گواہ آزاد ہوں لہذا کسی غلام کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی

4- گواہ عادل [نیک] ہوں اس لیے فاسق کی گواہی مقبول نہ ہو گی

5- گواہ مسلمان ہوں زنا میں کافر کی گواہی مقبول نہیں ہو گی خواہ وہ ذمیوں کے خلاف گواہی دیں یا مسلمانوں کے

6- گواہ زنا کی کیفیت کو بیان کریں، کسی کنایہ یا اشارہ سے بیان نہ کریں بلکہ واضح الفاظ میں بیان کریں

7- زنا کے تمام گواہ ایک مجلس میں آئیں، اگر حاکم مجلس قضاء میں بیٹھا ہوا ہو اور چار گواہ الگ الگ آئیں تو ان کی گواہی قبول نہ ہو گی یہ امام مالک اور امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔[1]

کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں بھی یہی شرائط مذکور ہیں۔

---

1 - [الف] شرح صحیح مسلم، جلد رابع، ص829-830،
کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، جزء پنجم، ص83

زنا چونکہ سارے جرائم سے زیادہ معاشرے میں بگاڑ اور فساد کا ذریعہ ہے۔ اس لیے اس کی سزا شریعت اسلام نے دوسرے سب جرائم سے زیادہ سخت رکھی ہے۔ اس لیے عدل وانصاف کا تقاضا تھا کہ اس معاملہ کے ثبوت کو بڑی اہمیت دی جائے بغیر شرعی ثبوت کے کوئی کسی مرد یا عورت پر زنا کا الزام یا تہمت لگانے کی جرات نہ کرے اس لیے اگر کوئی بغیر ثبوت شرعی کے جس کا نصاب چار مرد گواہ عادل ہونا ہے اگر کوئی کسی پر زنا کی تہمت لگائے تو اس کو شدید جرم قرار دیا جائے گا اور اس شخص پر تہمت کی حد 80 کوڑے لگائے جائیں گے۔

اس کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے ہوتی ہے۔

"وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً"[1]

جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں اور پھر چار گواہ نہ لے آئیں ان کو 80 کوڑے مارو"

مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہاں "رمی" سے مراد زنا کی تہمت ہے۔[2]

جو کسی پاک دامن عورت یا مرد پر جھوٹی تہمت لگائے وہ اسلام کی نظر میں ملعون ہے یعنی اس پر لعنت کی گئی ہے۔ سورۃ نور کی آیت 23 میں ارشاد ہے۔

---

1 - سورۃ النور، آیت: 4

2 - معارف القرآن، جلد ششم، ص 354

"جو لوگ ان عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں جو ایسی باتوں سے پاکدامن اور بے خبر میں اور ایمان والیاں ہیں ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کی جاتی ہے"[1]

اس آیت مبارکہ سے یہ بات واضح ہوئی کہ بغیر سوچے سمجھے کسی پر الزام تراشی نہیں کرنی چاہیے اور ہم عورتوں کی عام عادت ہے۔ کہ بغیر ثبوت کے بات کر دیتے ہیں۔ اگر دیکھا اور سوچا جائے تو یہ کتنا بڑا جرم ہے۔ جھوٹی تہمت لگانے والوں پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس بری خصلت سے ہم کو اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ [آمین]

1 - تفہیم القرآن، جلد سوم ص 373

لعان اور ملاعنت کے معنی ایک دوسرے پر لعنت اور غضب الٰہی کی بد دعا کرنے کے ہیں۔

اصطلاح شرع میں میاں بیوی دونوں کو چند خاص قسمیں دینے کو لعان کہا جاتا ہے۔[1]

سورۃالنور کی آیت 6-9 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ترجمہ: اور جو اپنے بیویوں پر عیب لگائیں اور ان کے پاس اپنے سوا اور گواہ نہ ہوں تو ایسے شخص کی گواہی کی صورت یہ ہے کہ وہ چار بار اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہے کہ یہ شخص جھوٹا ہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر اللہ کا غضب ہو، اگر یہ شخص سچا ہو[2]

لعان کا قانون شریعت اسلام میں شوہر کے جذبات و نفسیات کی رعایت کی بنا پر نافذ ہوا ہے۔ عام آدمی کے لیے ممکن ہے اگر وہ اپنی آنکھوں سے زنا ہوتے ہوئے دیکھے اور گواہ میسر نہ ہوں تو وہ الزام زنا لگانے سے خاموش رہے تاکہ تہمت زنا کی سزا یعنی 80 کوڑوں سے بچ جائے۔ لیکن شوہر کے لیے یہ معاملہ بہت سنگین ہے۔ جب اس نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا اور گواہ موجود نہیں اگر وہ بولے تو تہمت زنا کی سزا پائے اور نہ بولے تو ساری عمر خون کے گھونٹ پیتا رہے اور اس کی زندگی وبال ہو جائے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ لعان صرف میاں بیوی کے معاملہ میں ہو سکتا ہے جیسا کہ ایک روایت سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے۔

---

1 - معارف القرآن، جلد ششم ص 357

2 - تفہیم القرآن، جلد سوم، ص 355

عویمر عجلانی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو دیکھے تو کیا وہ اس کو قتل کر دے جس کے نتیجے میں لوگ اس کو قتل کریں گے یا پھر وہ کیا کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اور تمہاری بیوی کے معاملے میں حکم نازل فرما دیا ہے۔ جاو بیوی کو لے کر آو، راوی فرماتے ہیں کہ ان دونوں کو بلا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے اندر لعان کرایا[1]

یہاں بھی مقصد وہی ہے کہ جب میاں بیوی کی باہمی زندگی تلخ ہو جائے تو خواہ مخواہ اسے تلخی کے ساتھ رشتہ نکاح میں منسلک رہنے پر قانوناً مجبور نہ کیا جائے کیوں کہ جب ایک دوسرے پر اعتبار واعتماد نہ رہا تو زندگی پر اعتبار سے جہنم کا نمونہ بن جائے گا اس لیے ضروری ہے کہ ان کے درمیان لعان کرا کر جدا کر دی جائے۔

---

1 - صحیح بخاری، جلد ہفتم ص 74

باب ثالث: مفہوم واسباب

- غیرت کا لغوی مفہوم
- غیرت کا اصطلاحی مفہوم
- غیرت کے نام پر قتل کی مختلف صورتیں
- غیرت کے نام پر قتل کے بنیادی اسباب
- اسلام غیرت کے نام پر قتل کی اجازت نہیں دیتا

... عنوان کے حوالے سے جو مباحث تھے ان میں قبل از اسلام عورت کی کیا حیثیت تھی اور اسلام نے عورت کو کیا حقوق دیئے؟ ان باتوں پر مفصل بحث کی گئی ہے۔

اور ان تمام مباحث سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اسلام سے قبل عورت کو کوئی حقوق حاصل نہ تھے اور وہ ظلم کی چکی میں پس رہی تھی اور نہ ہی اس کی عفت و عصمت کا کوئی محافظ تھا لیکن ظہور اسلام کے بعد اسلام نے عورت کو پستی اور ذلت کی گہرائیوں سے نکالا اور معاشرے کا ایک فعال رکن قرار دیا اور اس کی عزت و عصمت کا کوئی کی حفاظت کے لیے ایسے احکام دیے جن پر عمل پیرا ہو کر وہ پاکیزگی کا استعارہ بنی۔

عرض اسلامی معاشرہ ایسا مثالی معاشرہ بنا کہ اس میں کسی قسم کے فحش کام کی گنجائش نہ تھی کیونکہ اسلام نے ان احکام پردہ سے روگردانی کے نتیجے میں پیدا ہونے والی برائیوں کی مکمل سد باب کے لیے حدود و تعزیرات بھی نافذ کیں ان سزاوں کی اہم حکمت یہ تھی کہ چونکہ ان برائیوں کی وجہ سے اسلامی خاندان کا شیرازہ بکھر جاتا ہے اس لیے ایسی سخت سزائیں ہوں کہ کوئی ایسی غیر اخلاقی حرکت کرنے کی جرات نہ کر سکے حدود و تعزیرات پر بحث کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم ایسے ایک غلط پہلو پر بھی روشنی ڈالیں، حدود و تعزیرات کا نفاذ چونکہ حکومت وقت کی ذمہ داری ہے اور اسلام ہمیں ہر گز یہ اجازت نہیں دیتا کہ ہم ان قوانین کو اپنے ہاتھ میں لیں اسلام غیرت کے نام پر

غیرت کا لغوی مفہوم:

غیرت، غیر سے مشتق ہے اور اس کے معنی ہیں سوا، علیحدہ اور ناواقف اجنبی، بے گانہ، دشمن، رقیب، حریف[1]

مولوی نور الحسن نیر اپنی تصنیف انوار اللغات میں فرماتے ہیں۔

لفظ غیور غیرت سے نکلا ہے یعنی بہت غیرت کرنے والا، از حد رشک کرنے والا، پرلے درجے کا شرمیلا، نہایت باحیاو شرم[2]

ڈاکٹر عبدالقدیر خان صاحب فرماتے ہیں

غیرت عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ غیرت نفس، وقار، بہادری، اعلیٰ ترین اقدار سے وابستگی وغیرہ[3]

اصطلاحی مفہوم:

مولانا حفیظ الرحمٰن سوہاروی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، غیرت غضب وغصہ کے اس جوش کا نام ہے جو عزت وحرمت کی بقا کے لیے انسان کو آمادہ کرتا ہے خواہ یہ جوش عورتوں کے متعلق ہو یا عزت اہل وعیال، عزت وطن یا عزت مظلومین کے لیے ہو سب اس میں شامل ہیں۔[4]

---

1 - فرہنگ آصفیہ، مولوی سید احمد دہلوی، جلد سوم، ص 319، سنگ میل پبلی کیشنز چوک اردو بازار لاہور
2 - انوار اللغات، مولوی نور الحسن نیر، جلد سوم، ص 603
3 - غیرت کہاں ہے تو؟ ڈاکٹر عبدالقدیر خان؟ روزنامہ جنگ، 17 اکتوبر 2009ء، ص 4
4 - اخلاق اور فلسفہ اخلاق مولانا حفظ الرحمٰن سوہاروی رحمہ اللہ، ص 522 خالق مقبول پبلیشرز لاہور 1976

ایک ایسا اشتعال پیدا کرتا ہے جس سے مغلوب ہو کر آدمی اس برائی کو ختم کرے یا اس برائی کے مرتکبین کو ختم کر دینے کے درپے ہو جاتا ہے۔[1]

"غیرت غیر کی شرکت کو کہتے ہیں جب غیرت اللہ تعالیٰ کی صفت ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حق میں کسی دوسرے کی غیرت کو پسند نہیں کرتا اور اس کا حق یہ ہے کہ بندہ اس کی اطاعت کرے"[2]

مذکورہ بالا تمام تعریفوں سے یہ بات واضح ہوئی کہ غیرت ایک ایسی صفت ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے صاحب ایمان بندوں کے لیے پسند فرمایا ہے۔ نیز غیرت ہی ہے جس کی وجہ سے انسان ان تمام امور کے ارتکاب سے بچتا ہے جن امور کو اپنی غیرت کی بنا پر رب واحد نے اپنے بندوں کے لیے ناپسند کیا ہے۔

جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ"[3]

---

1 - قتل غیرت، محمد عبدالمنیب، ص4 مشربہ علم وحکمت ندیم ٹاؤن ملتان روڈ لاہور، 1427 ہجری

2 - الرسالہ قشیریہ، امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری، مترجم مولانا محمد صدیق ہزاروی صاحب، ص449، مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور، مئی 2009ء

3 - سورۃ الاعراف، آیت: 33

باتوں لوجوان میں کی ہوئی ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں اور گناہ کو اور ناحق کی زیادتی کو"[1]

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں مولانا محمد شفیع رحمہ اللہ صاحب لکھتے ہیں۔

کہ اثم سے مراد وہ گناہ ہیں جن کا تعلق انسان کی اپنی ذات سے ہے اور بغی سے مراد وہ گناہ ہیں جن کا تعلق دوسروں کے معاملات اور حقوق سے ہو۔[2]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے گناہوں کو حرام قرار دیا ہے خواہ وہ گناہ عقیدے کے ہوں یا عمل کے یا پھر ذاتی عمل کے ہوں یا لوگوں کے حقوق کے۔

اس طرح ایک روایت میں آتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی غیرت مند نہیں اور اس کی غیرت میں سے یہ بات بھی ہے کہ اس نے بے حیائی کے کاموں کو حرام کیا ہے خواہ وہ ظاہری ہوں یا باطنی"[3]

---

1 - معارف القرآن، جلد سوم، ص548

2 - ایضاً، ص552

3 - بخاری شریف، کتاب النکاح، باب الغیرۃ، جلد سوم، ص104

لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کا رواج عام تھا ان کے نزدیک عورت کی کوئی

قدر و منزلت نہ تھی۔

جیسا کہ سورۃ التکویر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"بأيِّ ذَنْبٍ قُتِلَت"[1]

ترجمہ: کس قصور میں ماری گئی۔

اس آیت کی تفسیر میں مولانا مودودی صاحب لکھتے ہیں: اہل عرب کے ہاں یہ بے رحمانہ کھیل مختلف وجود کی بنا پر رائج تھا۔

- معاشی خستہ حالی کے خوف سے وہ لڑکیوں کو قتل کر دیتے تھے کہ جوان ہونے تک ان کو پالنا نہ پڑے
- لڑکیوں کو اس خوف سے قتل کر دیتے تھے کہ قبائلی لڑائیوں میں الٹا ان کی حفاظت نہ کرنی پڑے
- اگر دشمن قبیلے اچانک حملہ آور ہوتے تھے تو جو لڑکیاں ان کے ہاتھ لگتی تھیں انہیں لے جا کر وہ یا تو لونڈیاں بنا کر رکھتے تھے یا کہیں بیچ ڈالتے تھے۔[2]

---

1 - سورۃ التکویر، آیت: 9

2 - تفہیم القرآن، جلد ششم، ص264

وہ آج تک محروم ہیں۔ لیکن افسوس سے یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ آج کل ہمارے ملک میں بھی یہ رواج عام ہے اور آئے دن بچیاں ان غلط رسموں کی بھینٹ چڑھ جاتی ہیں خصوصاً قبائلی علاقہ، سندھ اور جنوبی پنجاب کے بعض علاقوں میں اس نوعیت کے قتل بکثرت ہوتے ہیں۔ کاروکاری کے الزام میں قتل ہونے والی لڑکیوں کو نہ غسل دیا جاتا ہے اور نہ ان کی نمازِ جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ اور ان کے لیے علیحدہ قبرستان ہے وہاں ان کو دفن کر دیا جاتا ہے۔[1]

کاروکاری یا غیرت کے نام پر قتل، بدکاری یا زناکاری کے مترادف ہیں، مختلف علاقوں میں بولی جانے والی زبانوں کے لحاظ سے اس کے نام بھی مختلف ہیں۔

سندھ میں اسے کاروکاری کہا جاتا ہے بلوچستان میں اسے سیاہ کاری کہا جاتا ہے۔ پنجاب میں کالا کالی اور خیبر پختونخواہ میں اسے طور طورہ کہا جاتا ہے۔[2]

کالے رنگ کے مفہوم کی حامل یہ اصطلاحات زناکاری اور اس کے مرتکب ٹھہرائے گئے افراد سے وابستہ سماجی رسوائی کا مظہر ہے۔

ہمارے معاشرے میں عورت کی شناخت ایک مرد کی ماں، بہن، بیٹی یا بیوی کے طور پر کی جاتی ہے اپنی پیدائش کے روز سے ایسے کسی دوسرے فرد یعنی اپنے رشتہ دار کی شناخت کے ساتھ زندگی

---

1 - کورٹ میرج کی شرعی اور قانونی حیثیت، مسز طلعت نسیم [تخصص اسلامک لاء] ایم اے علوم اسلامیہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد سیشن 07-2005ء ص 84

2 - غیرت کا تاریک پہلو، رابعہ علی مترجم افتخار محمود، ص 15 اگست شرکت گاہ لاہور، 2001ء

...ر شادی سے محروم ہونے کی وجہ سے کہیں ماں، بہن اور بیٹی کی
صورت میں شدید گھٹن اور اضطراب کا شکار دکھائی دیتی ہے تو کہیں بیوی کی صورت میں معاشی،
معاشرتی اور جنسی حوالوں سے غیر محفوظ نظر آتی ہے۔ کہیں روایتی طور پر قبائلی جھگڑوں اور نام نہاد
غیرت کے نام پر شرم ناک جرائم کی بھینٹ چڑھتی رہی ہے اور کہیں شادی کا ڈھونگ رچا کر عورتوں
کو فروخت کرنے کا چلن اگر عام نہیں تو بکثرت ضرور پایا جاتا ہے کہیں عورتوں کو تعلیم کی نعمت سے
محروم رکھا جاتا ہے۔ کہیں وہ پڑھ لکھ کر اپنے حقوق کے لیے آواز نہ اٹھائیں، کہیں ان کو شادی کے حق
سے محروم رکھا جاتا ہے، عورت کی شادی کر لینے کی صورت میں زمین کی وراثت اس کے نام منتقل
ہونے سے روکنے کی غرض سے کئی غیر اسلامی رسمیں موجود ہیں، ان رسوم ورواج میں کاروکاری
[خاندان کی کسی خاتون کو بداخلاقی کے الزام میں قتل کر دینا] پیر جوڑا جی [بیٹی یا بہن کو شادی کے حق
سے مروم کرنے کے لیے کسی مذہبی پیشوا کی داسی بنانے کا اعلان] اور وٹے سٹے کی شادی شامل ہیں۔
ان رسومات میں ایک بدترین رسم قرآن سے شادی ہے، جس کا رواج صرف سندھ ہی میں پایا جاتا
ہے۔ اس عمل کا مقصد یہ ہے کہ متعلقہ عورت کو عمر بھر کنواری رکھنا تاکہ اس کی جائیداد شادی کے
بعد کسی دوسرے خاندان کے حصے میں نہ آئے۔ یہ رسم ان بڑی جاگیروں کے مالک اشرافیہ میں پائی
جاتی ہے۔ اس کے علاوہ دیہاتی علاقوں میں عورت کی اکثریت کھیتوں میں کام کرتی ہیں۔ اور گھر اور
بچوں کی تمام ذمہ داریاں بھی ان کے سر پر ہوتی ہیں۔

... معاوضہ ملتا ہے اور نہ ہی اس محنت کی

کوئی قدر ہے۔[1]

1 - ٹریننگ ماڈیول غیرت کے نام پر جرائم کی روک تھام، شعبہ سماجی وانسانی ترقی، نیشنل رورل سپورٹ پروگرام اسلام آباد، 2009ء ص42تا47

... مل ہے۔

1- غیرت کے نام پر قتل [کاروکاری]

2- خودکشی

3- جسمانی حملہ

4- گھریلو تشدد

5- ونی سوارا

6- لڑکیوں کا اغوا

7- آبروریزی [جنسی تشدد]

8- قرآن سے شادی

9- وٹہ سٹہ

10- زبردستی کی شادیاں

کاروکاری:

کارو کا مطلب ہے بدکار مرد اور کاری کا مطلب ہے بدکار عورت، یہ سندھی زبان کا لفظ ہے کسی شخص کا اپنے خاندان کی کسی عورت کو جرم زنان کا ارتکاب کرنے پر کسی شخص کے ساتھ تعلقات

ساتھی مرد کو یا دونوں کو قانون طریقہ کار اختیار کیے بغیر موت کے گھاٹ کے اتار دینا غیرت کے نام پر قتل کہلاتا ہے۔ این جی اوز کی رپورٹ کے مطابق 2010ء میں 945 خواتین کو غیرت کے نام پر قتل کیا گیا۔[1]

خودکشی:

پاکستان میں عورتوں کی خودکشی کی شرح بڑھتی جا رہی ہے جب عورت سماجی ناانصافیوں کی وجہ سے اپنے آپ کو بے بس تصور کرنا شروع کر دیتی ہے تو وہ خودکشی کا رخ کرتی ہے اس کی وجوہات کا تعلق زیادہ تر بالواسطہ یا بلاواسطہ مرد سے ہے۔[2]

جسمانی حملہ:

عورتوں کے ساتھ اس طرح کے واقعات کا دائرہ کار صرف دیہاتوں تک ہی محدود نہیں بلکہ شہروں میں رہنے والی عورتیں بھی اس کا شکار ہو رہی ہیں۔

گھریلو تشدد:

گھریلو تشدد میں معمول کی مارپیٹ سے لے کر قتل تک کے مسائل ہیں اس کی اقسام مندرجہ ذیل ہیں۔

---

1 - اسلام قانون اور مظلوم پاکستانی عورت، محبت حسین اعوان، 181-182، مکتبہ بخاری گلستان کالونی کراچی بار اول اکتوبر 2002ء

2 - ٹریننگ ماڈیول، غیرت کے نام پر جرائم کی روک تھام، ص 39

- گھر سے نکال دینا
- فروخت کرنا
- آگ لگانا
- زخمی کردینا
- عورت کی ذمہ داری نہ لینا اور دارالامان بھجوا دینا[1]

ونی/سوارا:

ونی / سوارا بالخصوص پنجاب اور عمومی طور پر دوسرے صوبوں کی ان رسومات میں سے ایک ہے جس میں لڑکی / عوت کو بھینٹ چڑھا دیا جاتا ہے۔ مثلاً اگر ایک مرد کسی دوسرے کا قتل کرتا ہے تو قتل کرنے والا اپنے جرم کو معاف کرانے کے لیے اپنے گھر کی لڑکی کو مقتول کے خاندان میں دیتا ہے۔[2]

لڑکیوں / عورتوں کا اغوا:

لڑکیوں / عورتوں کا اغوا پاکستان میں معمول کے جرائم ہیں۔ آئے دن ہمیں اس طرح کی خبریں سننے کو ملتی ہیں، 2010ء میں 280 لڑکیوں کو اغوا کر لیا گیا۔

---

1 - ٹریننگ ماڈیول، ص40

2 - قانون قصاص ودیت ایک تجزیہ، مجموعہ جج صاحبان، ص119-120، ریسرچ سیل ویمن ایڈ ٹرسٹ پاکستان، اکتوبر 2011ء

مرد اپنی جنسی ہوس کو پورا کرنے کے لیے غیر محرم لڑکیوں کی عزت کو نشانہ بناتا ہے اس میں بچیوں سے عورتوں تک کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔

قرآن سے شادی:

یہ رسم جاگیردارانہ نظام کا دیا ہوا ایک ورثہ ہے اس میں لڑکی کی شادی قرآن سے کرادی جاتی ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ خاندان کی جائیداد کسی دوسرے خاندان میں منتقل نہ ہو

وٹہ سٹہ:

وٹہ سٹہ کی شادی میں لڑکی ہی دونوں اطراف میں ظلم کا شکار ہوتی ہے۔ ایسی رسم کو قوانین کے حوالے سے دیکھیں تو وہ اسے جرم قرار نہیں دیتا لیکن سماجی حوالے سے اس کا جائزہ لیا جائے تو وہ غلط اقدام ہے جس کی وجہ سے لڑکی ساری زندگی ظلم کا شکار ہوتی ہے۔

زبردستی کی شادی:

ہمارے معاشرے میں لڑکی کو اپنی رائے دینے کا کوئی حق نہیں دیا جاتا بلکہ اس کی زندگی کا بڑا فیصلہ اس کے گھر کے مرد کرتے ہیں۔ ان کی شادی زبردستی کردی جاتی ہے اور ساری زندگی کے لیے وہ ظلم برداشت کرتی رہتی ہے۔[1]

---

1 - ٹریننگ ماڈیول، ص40-41

محمد عطاء اللہ صدیقی صاحب نے اپنے مقالے "غیرت کا قتل" میں غیرت کے نام پر قتل کی مندرجہ ذیل چار صورتیں ذکر کی ہیں۔

1- ایک مرد کا دوسرے مرد کو محض شک کی بنا پر قتل کر دینا کہ اس نے قاتل کی کسی عزیزہ سے چھیڑ خانی کی ہو یا اس کی آبرو پر حملہ کیا ہو۔ لیکن اس صوت میں دونوں بے قصور ہوتے ہیں۔

پروفیسر شاہد حسین رزاقی کے مطابق بلوچستان اور اس سے متصل سندھ کے علاقوں میں رہنے والے بعض بلوچ قبائل میں محض شبہ کی بنا پر قتل کر دینے کا نہایت برا طریقہ رائج ہے جس کو سیاہ کاری کہا جاتا ہے۔ ان قبائل کا یہ دستور ہے کہ اگر شوہر کو یہ شبہ بھی ہو جائے کہ اس کی بیوی سے زنا کیا گیا ہے تو وہ اس کو قتل کر دیتا ہے اور زنا کرنے والے شخص کو بھی قتل کر دینا ضروری سمجھا جاتا ہے۔[1]

حالانکہ اسلام نے انسانوں [مرد و عورت] کے قتل کو تمام انسانیت کا قتل ٹھہرا کر تحفظ جاں کی اہمیت پر زور دیا ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

---

1 - پاکستانی مسلمانوں کے رسم و رواج، شاہد حسین رزاقی، ص203، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور 1996ء

وَلَا يَزْنُونَ"(1)

ترجمہ: وہ لوگ جو نہیں پکارتے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے حاکم کو اور نہیں خون کرتے جان کا جو منع کر دی اللہ نے مگر جہاں چاہیے اور بدکاری نہیں کرتے۔(2)

2- ایک آدمی نے اپنی بیوی یا کسی قریبی عزیزہ کو کسی غیر محرم کے ساتھ قابل اعتراض حالت میں دیکھا تو اس نے اس مرد کو تو قتل کر دیا البتہ اس عزیزہ کو تشدد کا نشانہ بنانے پر ہی اکتفا کیا۔ اشرف مغل اس کی عکاسی یوں کرتے ہیں:

کاری [بدکاری] عورت قتل سے بچ جانے کی صورت میں سردار کی حویلی کی زینت بنتی ہے اور ساری زندگی لونڈی بن کر سردار اور اس کے خاندان وحواریوں کے عیش وعشرت کا ذریعہ بنتی ہے۔ لڑکی کو دیکھا جاتا ہے کہ کتنی خوبصورت ہے، اگر واقعی خوبصورت ہے تو سردار ایسی عورت کو گھر سے دور بنائے گئے بنگلے پر ٹھہراتا ہے کچھ دن خوب عیش کرتا ہے پھر اس عورت کو حویلی لایا جاتا ہے جہاں وڈیرے، بیٹے، بھائی عیش کرتے ہیں۔ آخری باری نوکروں کی ہوتی ہے اگر یہ عورتیں ایک سے زیادہ ہوں تو

---

1 - سورۃ فرقان، آیت: 68

2 - معارف القرآن، جلد ششم ص 497

شرعی عقال وغیرہ پر لگا دیا جاتا ہے۔[1]

3- ایک مرد نے اپنی بیوی یا قریبی عزیزہ کو غلط حرکتوں سے باز رہنے کی مسلسل تاکید کی لیکن وہ باز نہ آئی تو اسے قتل کر دیا گیا یا اپنی کسی عورت کو مرد کے ساتھ دیکھا، مرد تو بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا البتہ اس عورت کو اشتعال میں آکر قتل کر دیا، جبکہ ہمارا دین ہمیں یہ درس دیتا ہے اگر بار بار منع کرنے کے باوجود اگر وہ باز نہ آئے تو شریعت نے مردوں کو علی الترتیب تین طریقے بتلائے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

"وَاللَّاتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ"[2]

ترجمہ: اور تم کو جن عورتوں کی بدخوئی کا ڈر ہو تو ان کو سمجھاؤ اور بستر الگ کرو، سونے میں اور ان کو مارو۔

ان تین طریقوں کے بارے میں مولانا محمد شفیع عثمانی صاحب فرماتے ہیں۔

پہلا درجہ اصلاح کا یہ ہے کہ نرمی سے ان کو سمجھاؤ اگر وہ اس سے باز نہ آئیں، تو دوسرا درجہ یہ ہے کہ ان سے اپنا بستر علیحدہ کر دو، تاکہ وہ اس علیحدگی سے شوہر کی ناراضگی کا احساس کر کے اپنے فعل پر نادم ہو جائیں، اگر وہ اس سے باز نہ آئیں تو ان کو مارو[3]

1 - سندھ کی عورت ظلم کی چکی میں کب تک پستی رہے گی، اشرف مغل، خبریں، سنڈے میگزین، ملتان 8 فروری 2004، ص 12

2 - سورۃ النساء، آیت: 34

3 - معارف القرآن، جلد دوم، ص 399

4- ایک مرد نے دوسرے مرد کو اپنی کسی قریبی عزیزہ کے ساتھ قابل اعتراض حالت میں دیکھا اور مرد و عورت دونوں کو قتل کر دیا۔[1]

کارو کاری قرار پانے والے جوڑے کی سب سے بڑی موثر اور رائج سزا قتل ہوتی ہے۔ مثلاً تھانہ روجھان ضلع راجن پور کے منظور احمد نے بیٹے ریاض احمد [جیسے کالا کالی کے تحت قتل کر دیا گیا تھا] کے قتل کی F.I.R درج کرائی۔ جس کے مطابق رحیم حسین کھمڑا نے ریاض احمد ولد منظور احمد اور زرینہ زوجہ کریم حسین [بھابھی] کو ناجائز تعلقات میں ملوث پائے جانے پر ایک ہی گھر میں کالا کالی کے تحت قتل کر دیا۔[2]

اسی طرح سلیم خان گی کے مطابق "بلوچوں" میں زنا کی سزا موت ہے اگر معلوم ہو جائے کہ یہ سوائے عالم جرم سرزد ہوا ہے تو عورت اور مرد دونوں کو قتل کر دیا جاتا ہے۔[3]

1 - غیرت کا قتل تہذیبی، قانونی اور اسلامی اقدار کی روشنی میں، ماہنامہ محدث لاہور، ص50 جون 1999ء
2 - ایف۔آئی۔آر نمبر 09803 تھانہ روجھان، ضلع راجن پور، بتاریخ 2003-10-13
3 - بلوچی ادب بلوچ ثقافت، سلیم خان گی، مطبوعات النساء پٹیل روڈ، کوئٹہ بار دوم، ص53، 1990ء

غیرت کے نام پر حل کے اسباب مندرجہ ذیل ہیں۔

1- ناپسندیدہ عورت سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے

2- زمین وزر کے حصول کے لیے

3- پسند کی شادی

4- دیرینہ عداوت کو مٹانے کے لیے

ناپسندیدہ عورت سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے:

اگر کسی کو اس کی بیوی اچھی نہیں لگتی تو وہ اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے اس پر کاری کا الزام لگا دیتا ہے اور اس کو قتل کر دیتا ہے۔

ایسا ہی ایک واقعہ 45 سالہ حاکم زاری کے ساتھ پیش آیا جو کہ کندھ کوٹ سے تعلق رکھتی تھی وہ گھر چھوڑ کر سکھر کے دارالامان پہنچ گئی۔ انہیں بتایا کہ میرے میکے والوں نے مجھے شادی میں کافی جہیز اور زیور دیا تھا میرا شوہر کراچی آیا اور نئے کاروبار کے لیے میرا سارا زیور بیچ دیا جب کاروبار میں منافع ہوا تو اس نے اپنا گھر بنالیا اس نے دوسری شادی کر لی اور مجھے گھر سے نکال دیا میں اپنے بھائیوں کے پاس آئی تو انہوں نے پیغام دیا کہ واپس نہ لوٹو اس نے کہا کہ میں تمہیں کاری [بدکار] قرار

زمین وزر کے حصول کے لیے:

بڑے جاگیرداروں میں حق بخشوانے کا رواج عام ہے۔ اس طرح عورت کی جائیداد پر غاصبانہ قبضہ کر لیا جاتا ہے۔ بعض اوقات جائیداد کی وجہ سے عورت کو خفیہ طور پر قتل کر دیا جاتا ہے۔

پاکستان رسم ورواج کے تحت عورتوں کو جائیداد سے محروم کرنے کے لیے حیلے بہانے تراشے جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ باپ دادا کی جائیداد کو تقسیم کرنا مشکل کام ہے۔ بیٹیوں کو اگر جائیداد دی جائے تو ان کے شوہر جو غیر بھی ہو سکتے ہیں ان کے علاقوں یا گاوں میں آکر زمین کا انتظام سنبھالنے سے علاقے کے سماجی اور سیاسی توازن میں ہلچل پیدا ہوتی ہے۔

مصنف محبت حسین اعوان اپنی کتاب "اسلام قانون اور مظلوم پاکستانی عورت" اخبار کے حوالے سے لکھتے ہیں:

اخبار کے مطابق طالب شاہ اور ان کے بیٹے جعفر نے پندرہ سال سے لے کر چالیس سال تک کی تقریباً دو سو عورتوں کو مغربی پنجاب کے علاقے چمن شاہ میں اپنے ڈیرے پر قید کیے رکھا تھا جب

---

1 - رپورٹ عنبرین فاطمہ، غیرت کے نام پر قتل کا ناسور اکیسویں صدی میں، کراچی
www.google.com

گئی تھیں ان عورتوں میں سے اکثریت سرائیکی علاقے کے جاگیرداروں کی بیٹیوں کی تھی ان کو وہاں وراثت میں ملنے والی جائیداد دینے سے بچنے کے لیے قید میں ڈالا گیا تھا۔[1]

ایک اخبار کی یہ خبر بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔

زمین کی خاطر ماں اور اس کی دو بیٹیوں شہناز اور رضیہ کو کمالیہ میں اس کے تین بیٹوں نے کلہاڑی سے قتل کر دیا کیونکہ بیٹیوں نے باپ کی جائیداد میں سے ماں اور اپنا حصہ مانگا تھا جب انہوں نے جائیداد کی تقسیم پر زیادہ اصرار کیا تو انہیں کلہاڑیوں سے ضربیں لگا کر قتل کر دیا گیا[2]

پسند کی شادی:

اسلام نے عاقل بالغ عورتوں کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ اپنے ولی کی اجازت کے بغیر بھی اپنا نکاح کر سکتی ہیں۔ اور تمام عدالتیں اور فقہاء بھی اس بات پر متفق ہیں۔ اگر وہ ولی کی مرضی کے خلاف رشتہ ازدواج میں منسلک ہو جاتی ہیں تو اس کا یہ عمل معاشرتی لحاظ سے کتنا ہی برا کیوں نہ ہو شرعی اور قانونی طور پر یہ ایک درست شادی ہو گی اس کے برعکس ہمارے معاشرے میں یہ رواج عام ہے۔ اگر کوئی عورت اپنی مرضی سے کسی کو اپنا جیون ساتھی چن لیتی ہے تو ہمارا غیرتی معاشرہ اس کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔

---

1 - اسلام، قانون اور مظلوم پاکستانی عورت، ص86-87

2 - ڈیلی، مسلم، اسلام آباد 5 مئی 1993ء ص 2

تحاشہ پیار کیا دنیا بھر کی آسائشیں ان کے لیے مہیا کیں، اپنا پیٹ کاٹ کر ان کی خواہشات کو پورا کیا، دنیا میں واحد ماں باپ ہی ہیں جو اپنی اولاد سے بے غرض محبت کرتے ہیں اور ہمیشہ ان کی بھلائی کے لیے سوچتے ہیں۔ جب وہی بیٹی جوان ہوئی۔ تو دو دن کی محبت کے لیے برسوں کی محبت کو لات مار کر چلی گئی اور یہ بھی نہیں سوچا کہ اس کے بعد میرے والدن جئیں گے اور معاشرے کے طعنوں اور تکلیف دہ باتوں کا سامنا کریں گے۔ میں پوچھتی ہوں کیا باپ کو ان کی محبت اور تکلیفوں کا یہ صلہ ملنا چاہیے۔

خیر ایسا ہی ایک واقعہ محمد صدیق نامی ایک شخص کے ساتھ پیش آیا جو "کتاب قانون، قصاص ودیت ایک تجزیہ میں" مذکور ہے۔

محمد صدیق نامی ایک شخص کی بیٹی سلمیٰ نے محمد سلیم نامی ایک شخص سے اپنے والدین کی مرضی کے خلاف شادی کرلی۔ جس کے بطن سے ایک بچی بھی پیدا ہوئی۔ محمد صدیق نے مورخہ 13 ستمبر 1995ء کو اپنی بیٹی، داماد اور ان کی بچی کو صلح کے بہانے اپنے گھر بلایا اور غیرت کے نام پر چھ، سات ماہ کی معصوم بچی سمیت تینوں کو قتل کردیا۔[1]

---

1 - قانون قصاص ودیت، ایک تجزیہ، ص125

جب کسی خاندان کی کسی دوسرے خاندان سے دشمنی چل رہی ہو تو دشمن کو نیچا دکھانے کے لیے مخالف خاندان میں سے کسی کی بیٹی، بیوی یا بہو وغیرہ پر کاروکاری کا الزام لگا دیا جاتا ہے۔

بقول "ذوالفقار علی خان قیصرانی" مخالف خاندان کی کسی عورت پر کاروکاری کا الزام لگا کر ایک طرف تو اسے معاشرے میں بدنام کر دیا جاتا ہے۔ دوسری طرف گھر اور خاندان میں ہی فتنہ پیدا ہونے سے ان لوگوں کی توجہ منقسم کر دی جاتی ہے۔ اس طرح کے حالات میں دین جائیداد، زرعی مسائل اور سیاست جیسی مخالفتوں کے سبب پیش آتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ صرف مخالف خاندان پر کاروکاری کا الزام عائد نہیں کرتا بلکہ بعض اوقات اپنی ہی کسی عورت جن میں بیوی، بیٹی، بہو اور ماں تک پر الزام عائد کر کے اسے موقع پر ہی قتل کر دیا جاتا ہے۔ اور مخالف کے کسی مرد کو کارو قرار دے کر اس کے قتل کے درپے ہوتا ہے یا عدالتوں تک ان کو گھسیٹتا ہے یا پنچایتوں کے پاس لے جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان صلح کر دے یا تاوان دلا دے تاکہ یہ برسوں کی دشمنی ختم ہو جائے۔[1]

معاشرے کی ان فرسودہ روایات کو ذکر کرنے کے بعد اب یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم شرعی نقطہ نظر سے اس بات کو دیکھیں کیا ہماری شریعت ہمیں اس طرح کے قتل کرنے کی اجازت دیتی ہے یا نہیں؟

---

1 - انٹرویو، ذوالفقار علی قیصرانی، ریسرچ سکالر بحوالہ تحقیقی مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ، کاروکاری، روایت اور شریعت اسلامیہ، ص 27، 2007ء

سب سے پہلے یہ بات واضح ہونا چاہیے کہ اسلام میں ایسے قتل کی نہ کوئی اجازت ہے اور نہ ترغیب بلکہ اسلام اپنے ماننے والوں سے نظم وضبط کی پابندی اور اپنے آپ کو قابو میں رکھنے کا تقاضا کرتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی اس قسم کے بعض مسائل پیش آئے جن کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری واضح رہنمائی فرمائی۔ ملاحظہ کیجیے۔

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ہلال بن امیہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاکر شریک بن سحماء کے ساتھ اپنی بیوی کے ملوث ہونے کا الزام لگایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا گواہ لاؤ ورنہ تم پر حد لگے گی۔ اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے کوئی آدمی اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر شخص کو دیکھ لے تو وہ گواہ تلاش کرتا پھرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گواہ لاؤ ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد لگے گی تو ہلال رضی اللہ عنہ نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے، میں سچ کہہ رہا ہوں اس لیے میری پیٹھ کو حد سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ ضرور کوئی حکم اتارے گا تو جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیات لے کر نازل ہوئے:

"وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ (6) وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَةَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ (7)

اللّٰہِ عَلَیْھَا اِنْ کَانَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ

یعنی لعان کریں، جس کا ذکر گزشتہ ابواب میں گزر چکا ہے۔

آگے حدیث میں اس واقعہ کی تفصیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان لعان کروایا۔ یہ بات بھی واضح رہے کہ ہلال لعان کرنے والے اسلام میں سب سے پہلے شخص ہیں۔[2]

اس طرح کی ایک اور روایت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنو عجلان کے سردار عویمر عجلانی عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے پوچھا کہ اس آدمی کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو پائے کیا وہ اس آدمی کو قتل کردے، تو جواباً اسے بھی قتل ہونا پڑے گا یا پھر وہ کیا کرے؟ میرے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ پوچھو۔

عاصم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب یہ مسئلہ پوچھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سوال کو ناپسند کیا، گویا معیوب سمجھا۔

---

1 - سورۃ النور، آیات: 6-9
2 - صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب اللعان و من طلق بعد اللعان، ص 74-75 جلد چہارم

صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں خود نہ پوچھ لوں۔ پھر عویمر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے گھر کے معاملہ میں قرآن نازل کر دیا ہے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ نور کی آیات 6 تا 9 تلاوت فرمائیں۔[1]

اس طرح ایک اور روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

[الف] حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ غیر مرد کو رنگے ہاتھوں پکڑ لے تو کیا وہ اس کو قتل کر سکتا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا نہیں۔

[ب] صحیح مسلم کی اگلی حدیث میں ہے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا پھر اس شخص کو اتنی مہلت دے کہ چار گواہ لے کر آئے؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں

[ج] اس سے اگلی حدیث میں ہے کہ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی آدمی کو دیکھ لوں تو کیا چار گواہ لانے سے قبل میں اس کو کچھ نہیں کہہ سکتا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بالکل کچھ نہیں، تو سعد کہنے لگے کہ میں تو اس سے

---

1 - صحیح بخاری، جلد سوم، ص 151

کی بات سنو، یہ بہت غیرت مند شخص ہے، حالانکہ میں اس سے زیادہ غیرت والا ہوں، اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت مند ہے۔[1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان فرامین سے بخوبی یہ پتہ چلتا ہے کہ اسلام میں غیرت کے نام پر قتل کی کوئی اجازت نہیں ہے بلکہ گواہ لانے کی تلقین پائی جاتی ہے۔ اور یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے الفاظ "لا" اور "نعم" کی صورت میں دوٹوک موجود ہے۔ البتہ دوسری طرف اسلام میں غیرت کو نہ صرف قابل تحسین وصف قرار دیا گیا بلکہ اس میں شدت کو بھی پسند کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی صفت قرار دیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"یا أمة محمد واللہ ما من أحد أغیر من اللہ أن یزني عبده أو یزني أمته"[2]

ترجمہ: اے امت محمد: اللہ کی قسم جب اللہ کا کوئی بندہ یا بندی زنا کا ارتکاب کرتے ہیں تو اس مکروہ فعل پر اللہ سے زیادہ کسی کو غیرت نہیں آتی"

کوئی شخص اپنی عزت وغیرت کے بارے میں بے پرواہ ہو، ایسا تصور اسلامی معاشرے میں ناپید ہے بلکہ بقول حافظ ابن حجر "غیرت انسانی فطرت میں شامل ہے اور جو شخص غیرت نہیں رکھتا گویا وہ بد فطرت ہے"[3]

---

1 - صحیح مسلم، مترجم: علامہ وحید الزماں، کتاب اللعان، جلد چہارم، ص135
2 - صحیح بخاری، جلد سوم، ص104 باب الغیرہ
3 - فتح الباری، جلد نہم، ص330

مثالیں اسلام کے علاوہ مغربی معاشروں میں بھی عام ملتی ہیں۔ یہاں تک کہ یورپ اور امریکہ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ محمد عطاء اللہ صدیقی صاحب نے ماہنامہ محدث میں امریکی کھلاڑی کا مقدمہ ذکر کیا ہے۔ آج سے دو سال قبل امریکہ کا مشہور کھلاڑی، او جے سمپسن O.J. Simpsin نے اپنی بیوی کو ایک دوسرے شخص کے ساتھ دیکھا تو غصہ پر قابو نہ پاتے ہوئے دونوں کو ڈھیر کر دیا۔[1]

یہ تو مغرب کی غیرت تھی۔ تاہم اسلام کی ہدایت و تلقین یہی ہے کہ اپنے ماننے والوں میں نظم وضبط پیدا کرے اور انہیں قانون کو ہاتھ میں لینے سے روکے رکھے۔ جہاں تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غیرت وحمیت کے جذبات میں آکر قتل سے روکنے کی کی حکمت کا تعلق ہے وہ یہ ہے کہ اگر ہر شخص کو ازخود زنا کے مجرم کو قتل کرنے کی اجازت دی جائے تو اس سے فتنہ وفساد اور قتل وغارت گری کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو جائے گا شکوک وشبہات کی بنیاد پر قتل ہونے لگیں گے اس صورت حال سے فائدہ اٹھا کر اپنے کسی بھی دشمن یا مخالف کو گھر بلا کر قتل کرنا آسان ہو جائے گا۔[2]

---

1 - غیرت کا قتل، قانون واسلامی نقطہ نظر، ماہنامہ محدث، ص 57-58

2 - غیرت کی خاطر قتل شرعی نقطہ نظر، سالانہ رپورٹ 1999-2000ء، اسلامی نظریاتی کونسل حکومتِ پاکستان، اسلام آباد، ص 57، طبع اول مئی

اس بات کی مزید وضاحت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے۔

ابن ماجہ کی روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو حضرت سعد کے جواب میں فرمایا تلوار کافی "کفی بالسیف شہا" تلوار ہی بطور گواہ کافی ہے۔

پھر فرمایا نہیں مجھے خدشہ ہے کہ پھر لوگ نشہ اور غیرت میں آکر دھڑادھڑ قتل کرنا شروع کردیں گے۔ [1]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کی اجازت نہیں دی البتہ اگر کوئی قتل کردے اور چار گواہ پیش کرے کہ مقتول نے جرم زنا کا ارتکاب کیا ہے تو اس صورت میں قصاص نہیں ہوگا۔ قاضی یا جج کی صوابدید پر تعزیری سزا ہوگی اور اس امر کا تعین بھی گواہوں کی شہادت، اعتراف زنا اور دیگر دلائل و شواہد کی بنیاد پر عدالت کرے گی۔

---

1 - سنن ابن ماجہ، امام حافظ ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ ترجمہ مولانا عبدالحکیم خان کتاب الحدود، باب الرجل یجد مع امراتہ رجلاً، ص412، سندھ ساگر پرنٹرز لاہور، 1983ء

باب رابع: غیرت کے نام پر قاتل کی سزا

- قتل اور اس کی اقسام
- قصاص و دیت
- آئین میں قتل کی سزا
- اسلام میں غیرت کے قاتل کی سزا

قتل:

قتل سے مراد کسی کا خون بہانا ہے۔ اسلام نے ایک انسان [بلاقید جنس] کے قتل کو تمام انسانوں کا قتل ٹھہرا کر تحفظ جان کی اہمیت پر جس طرح زور دیا ہے اس کی نظیر دنیا کے مذہبی، اخلاقی یا قانونی لٹریچر میں کہیں نہیں ملتی۔

جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

" مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا "[1]

ترجمہ: جس نے کسی انسان کو جان کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کی جان بچائی اس نے گویا تمام انسانوں کی زندگی بخش دی۔[2]

اسی طرح ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے:

" وَلاَ تَقْتُلُواْ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّهُ إِلاَّ بِالحَقِّ وَمَن قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلاَ يُسْرِف فِّي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا "[3]

---

1 - سورۃ المائدۃ، آیت: 32

2 - معارف القرآن، جلد سوم، ص 107

3 - سورۃ الاسراء، آیت: 33

گیا تو ہم نے ان کے وارثوں کو قتل کرنے کا حق دیا ہے مگر وہ حد سے نہ نکل جائے قتل کرنے میں اس کو مدد ملتی ہے۔ (1)

اس طرح احادیث مبارکہ سے بھی قتل کی حرمت واضح ہوتی ہے صحیح بخاری میں حضور ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔
"اگر دو مسلمانوں نے ایک دوسرے پر تلوار کھینچی تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں جائیں گے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ قاتل کا دوزخ میں جانا تو ظاہر ہے مگر مقتول کس بنا پر دوزخ نے جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مقتول بھی تو اپنے قاتل کو مار ڈالنے کا خواہش مند تھا [اگر اس کا بس چلتا تو وہ مار ڈالتا] (2)

قیامت کے دن سب سے پہلے خون ناحق کا فیصلہ ہوگا اس کی تائید اس حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے۔

اقسام قتل:

محمد میاں صدیقی صاحب جو کتاب "قصاص و دیت" کے مترجم ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک قتل کی پانچ قسمیں ہیں۔

---

1 - معارف القرآن جلد پنجم، ص476
2 - صحیح بخاری، جلد چہارم ص317

2- قتل شبہ عمد

3- قتل خطا

4- قتل قائم مقام خطا

5- قتل بالسبب

قتل عمد:

قتل عمد کے لغوی معنی قصد اور ارادہ کے ہیں۔

وہ قتل جو قصد اور ارادہ کسی دھار دار ہتھیار سے اور قتل کرنے کے ارادہ سے کیا جائے قتل عمد کہلاتا ہے۔[1]

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

قتل عمد وہ ہے جو بالارادہ ہتھیار کی ضرب سے ہو یا جو چیز اجزائے جسم کو جدا کر ڈالنے میں ہتھیار کے قائم مقام ہو، جیسے دھار دار لکڑی پتھر بانس کی کھپاچ، آگ وغیرہ[2]

ان تعریفوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ایسا ہتھیار سے جان بوجھ کر قتل کرنا عموماً اس سے قتل واقع ہوتا ہو، قتل عمد کہلاتا ہے۔

---

1 - قانون قصاص و دیت ایک تجزیہ، ص15
2 - فتاوی عالمگیری، جلد نہم، ص294، طبع نول کشول لکھنو [بھارت]

صرف قصاص ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی "[1]

ترجمہ: اے ایمان والو تم پر مقتولوں کے بابت میں قصاص فرض کر دیا گیا ہے۔

قتل شبہ عمد:

لغوی معنی قتل عمد کی مانند ہو۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قتل شبہ عمد کی تعریف یہ ہے کہ قصد اور ارادہ کے ساتھ ایسی چیز سے مارے جو ہتھیار نہیں ہے اور نہ ہی وہ چیز قائم مقام ہتھیار کے لیے۔[2]

قتل شبہ عمد کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ایسا آلہ استعمال کرنے کی وجہ سے جس سے عام حالات میں انسان ہلاک نہیں ہوتا قصد اور ارادہ قتل کرنے کے معنی ادھورے اور ناتمام رہ جاتے ہیں کیونکہ ایسے آلہ کے ذریعے مارنے سے قتل کرنے کے علاوہ دوسرا مقصد بھی ہو سکتا ہے۔ مثلاً تادیب، ڈرانا وغیرہ لہٰذا اگر ایسے آلے سے مارنے کی صورت میں موت واقع ہو گئی تو وہ قتل شبہ عمد کہلائے گا۔[3]

---

1 - معارف القرآن، جلد 1 ص 434
2 - احکام القرآن، ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص، جلد دوم ص 228، 1326 ہجری
3 - ہدایہ اولین ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی، جلد چہارم، ص 560 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

خطاء کے لغوی معنی غلطی کے ہیں۔

قتل خطاء سے مراد کسی انسان کو بلاارادہ ایسی ضرب لگانا ہے جس سے اس کی موت واقع ہو جائے۔ [1]

"اسلام کا فوجداری قانون میں، قتل خطا کی دو صورتیں بیان کی گئی ہیں:

خطا فی القصد:

فاعل کے قصد اور ارادہ میں خطا اور غلطی واقع ہو جائے اس کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص پر تیر چلایا یہ خیال کرتے ہوئے کہ وہ شکار ہے مگر اتفاق سے وہ آدمی نکلا

خطاء فی الفعل:

کسی نے نشانہ پر تیر مارا لیکن وہ کسی آدمی کو لگ گیا، یا کسی شخص نے لکڑی چیرنے کی خاطر کلہاڑی لکڑی پر مارے لیکن ہاتھ پھسل جانے کی وجہ سے یا اس کا لوہا نکل جانے کے سبب وہ کسی آدمی کے سر پر لگ گئی اور اس ضرب سے وہ شخص ہلاک ہو گیا۔ [2]

قتل خطاء کا حکم:

قتل خطاء کا حکم کفارہ اور دیت ہے۔ [3]

---

1 - قانون قصاص و دیت ایک تجزیہ، ص 15
2 - اسلام کا فوجداری قانون، ص 497
3 - قصاص و دیت، ص 92 و اسلام کا فوجداری قانون، ص 494

" فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ "

ترجمہ: ایک مسلمان غلام کو آزاد کرنا ہے۔

قتل قائم مقام خطاء:

اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص عمارت کی چھت پر سے کسی شخص پر گرا جس پر گرا وہ مر گیا یا اوپر کھڑے ہوئے ایک شخص کے ہاتھ سے چھوٹ کر کوئی اینٹ پتھر وغیرہ کسی شخص پر گری اور وہ اس ضرب سے مر گیا۔[1]

حکم:

کفارہ اور دیت واجب ہو گا اور یہ شخص قتل کے گناہ کا مرتکب نہیں سمجھا جائے گا۔[2]

قتل بالسبب:

کسی شخص نے کسی دوسرے آدمی کی ملک میں کوئی گڑھا کھود دیا اور کوئی شخص اس میں گر کر ہلاک ہو گیا یا کسی کی زمین میں کوئی بھاری پتھر ڈال دیا کسی کو اس سے ٹھوکر لگی اور وہ مر گیا تو یہ قتل "قتل بالسبب" کہلائے گا۔[3]

حکم:

اس صورت میں صرف دیت واجب ہو گی۔[4]

---

1 - بہجۃ المہتدی لایضاح الترمذی، فرید احمد حقانی بالا کوٹی، ص526 جامعہ رحمانیہ محمدیہ اقبال ایونیو ٹیسٹ کالونی لاہور دسمبر 2004ء

2 - اسلام کا فوجداری قانون، ص297

3 - ہدایۃ، جلد چہارم، ص561

4 - اسلام کا فوجداری قانون، ص298

قصاص کے لغوی معنی:

قص عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی کاٹنے کے ہیں اس سے لفظ قصاص ماخوذ ہے جس سے مراد زخمی کرنے یا قتل کرنے کے بدلے محرم کو زخمی یا قتل کرنا ہے۔[1]

اصطلاحی تعریف:

قصاص اس بات کا نام ہے کہ اس شخص کے ساتھ وہی کیا جائے جو کچھ اس نے دوسرے کے ساتھ کیا۔ اگر اس نے قتل کیا ہے یا مارا ہے تو اس کے ساتھ بھی ایسا ہی کرنا چاہیے۔[2]

قصاص خون کے بدلے خون کو کہتے ہیں۔ فرمایا تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے اور زخموں بھی بدلہ ہے۔ کہا جاتا ہے فلان نے فلان سے بدلہ لیا، فلان نے فلان کو مارا اور بدلہ یعنی اسے موت تک پہنچادیا۔[3]

ان تعریفات سے یہ بات واضح ہوئی کہ قصاص جان کے بدلے جان لینا اور زخم کے بدلے زخمی کرنا ہے۔

---

1 - اسلام کا فوجداری نظام، ص312، قانون قصاص ودیت ایک تجزیہ، ص13، المنجد (عربی اردو) ص1000 دار الاشاعت کراچی، جنوری 1960ء

2 - تاج العروس، محمد مرتضی الحسینی الزبیدی، جلد رابع، ص423 دار الجیل بیروت، 1389 ہجری

3 - المفردات فی غریب القرآن ص404

"وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالأَنفَ بِالأَنفِ وَالأُذُنَ بِالأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَن تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ"[1]

ترجمہ: اور لکھ دیا ہم نے ان پر اس کتاب میں کہ جی کے بدلے جی [جان] اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا بدلہ ان کے برابر پھر جس نے معاف کر دیا تو وہ گناہ سے پاک ہو گیا اور جو کوئی فیصلہ نہ کرے اس کے موافق جو کہ اللہ نے اتارا سو وہی لوگ ظالم ہیں۔[2]

باپ کو اولاد کے قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا:

اگر کسی شخص نے اپنے بیٹے یا بیٹی کو قتل کر دیا تو اولاد کے قصاص میں باپ کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"عن ابن عباس رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا يقتل بالولد الولد"[3]

---

1 - سورۃ المائدۃ، آیت: 45

2 - معارف القرآن، جلد ثالث: ص152

3 - سنن ابن ماجۃ امام حافظ ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجۃ ترجمۃ مولانا عبدالحکیم خان، جلد دوم، ص888، سندھ ساگر پرنٹرز لاہور اشاعت 1983ء

وسلم نے فرمایا کہ باپ کو ان کے بیٹے کی قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

باپ سے قصاص نہ لینے کی حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ باپ اپنے بیٹے کی احیاء اور وجود کا سبب اور ذریعہ تھا تو یہ بات ناممکن ہے کہ وہی بیٹا اپنے باپ کو فناء اور ہلاک کرنے کا مستحق ہو یہی وجہ ہے کہ بیٹے کو جائز نہیں کہ وہ اپنے باپ کو قتل کرے یہاں تک کہ اگر باپ کو زنا کرتا ہوئے دیکھے اور اس کو رجم کی سزا ہو جائے تو جس وقت اس کو سنگسار کیا جارہا ہو تو اگر اس کا بیٹا وہاں مجمع میں موجود ہو تو اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے باپ کو پتھر مارے۔[1]

جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: القاتل لا يرث"[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قاتل وارث نہیں ہوتا۔

ان احادیث سے معلوم ہوا اگر باپ کسی کو قتل کردے تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ البتہ باقی سب سے قصاص لیا جائے گا۔ اگر وہی قصاص چھوڑ دے اور معاف کردے تو قصاص ساقط ہو جائے گا۔

---

1 - قصاص ودیت، ترجمۃ محمد میاں صدیقی، ص 127-127، اداہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد، جولائی 1982ء

2 - سنن ابن ماجہ، جلد دوم ص 883

1- قتل عمد کی صورت میں کوئی عاقل بالغ ولی کی کسی وقت اور بغیر کسی معاوضہ کے اپنے قصاص کے حق سے دستبردار ہو سکتا ہے۔ تاہم مندرجہ ذیل حالات میں قصاص کے حق میں دستبردار نہیں ہوا جاسکتا۔

[الف] جہاں حکومت ولی ہو

[ب] جہاں قصاص کا حق کسی نابالغ یا فاترالعقل [مجنون] کو حاصل ہو

2- جہاں مقتول کے ایک سے زائد ولی ہوں تو ان میں سے کوئی ایک بھی اپنے قصاص کو معاف کر سکتا ہے۔

تاہم وہ ولی جو اپنے قصاص کے حق سے دستبردار نہ ہو وہ دیت میں سے اپنے حصہ کی وصولی کا مستحق ہوگا۔

3- جہاں مقتول ایک سے زائد ہوں تو ایک مقتول کے ولی کا قصاص کے حق سے دستبردار ہونا دوسرے مقتول کے ولی کے قصاص کے حق کو متاثر نہیں کرے گا۔

4- جہاں ایک سے زائد مجرم ہوں تو ایک مجرم کے خلاف قصاص کے حق سے دستبردار دوسرے مجرم کے خلاف قصاص کے حق کو متاثر نہیں کرے گی۔[1]

---

1 - قانون قصاص و دیت ایک تجزیہ ص138-139

1- یہ بات متفق علیہ ہے کہ اولیا مقتول کو قصاص لینے کا حق حاصل ہے جس میں انہیں حد سے تجاوز کرنے سے روکا گیا ہے۔

2- فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قصاص پر عمل درآمد حکومت وقت کی ذمہ داری ہے البتہ قصاص لینے کے تمام تر مراحل اولیاء مقتول کی موجودگی میں سرانجام پائیں گے تاکہ اس میں کسی قسم کے ظلم وزیادتی کا اندیشہ نہ رہے۔

3- آلہ قتل تیز ہونا چاہیے جس قدر ممکن ہو مقتول کی جان نکلنے میں آسانی ہو اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" تلوار کے سوا کسی اور شئے سے قصاص نہیں لیا جا سکتا"

4- حاملہ عورت پر سزا کا نفاذ وضع حمل تک موخر کیا جائے گا۔

5- قصاص کے نفاذ کے کے بعد لاش ورثاء کے حوالے کی جائے گی تاکہ وہ اپنے دستور کے مطابق اس کی تدفین کر سکیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔اس لاش کو بھی تم اس طرح دفن کرو جس طرح تم اپنے مردوں کو دفن کرتے ہو۔[1]

---

1 - اسلام کا فوجداری نظام، حصہ دوم باب چہارم ص 147

دیت کے لغوی معنی:

لغت کی رو سے دیت مصدر ہے بمعنی دیت ادا کرنا تاوان ادا کرنا[1]

امام جصاص رحمہ اللہ احکام القرآن میں فرماتے ہیں۔

"الدية قيمة النفس"[2]

ترجمہ: دیت جان کی قیمت ہے

اصطلاحی مفہوم:

دیت اس مال کو کہتے ہیں جو جان کے عوض مقتول کے ورثاء کو ادا کیا جائے۔ دیت وہ مال ہے جو ایک شخص کو قتل کرنے کی پاداش میں مجرم پر عائد ہو۔[3]

علاء الدین الکاسانی رحمہ اللہ علیہ اپنی کتاب بدائع الصنائع میں فرماتے ہیں کہ دیت "ضمان الدم" ہے کہ دیت وہی ہے جو مقتول کے دم کا عوض ہے۔[4]

---

1 - المفردات فی الغریب القرآن، ص318
2 - احکام القرآن، ابو بکر احمد علی الرازی الجصاص، ترجمہ مولانا عبدالقیوم، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، 1400 ہجری، جلد ثانی و237-238
3 - قانون قصاص و دیت ایک تجربہ، ص140
4 - بدائع الصنائع، علاء الدین بن مسعود الکاسانی جلد سابع، ص253 مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی، کراچی 1400 ہجری

جانے کی صورت میں خون بہا کے بدل میں ادا جائے اس دیت کی فوری ادائیگی قاتل پر واجب ہوئی۔ جیسا کہ ترمذی کی اس حدیث سے اس کی وضاحت ہوتی ہے۔

"حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جان بوجھ کر کسی کو مار ڈالے تو قاتل کو مقتول کے وارثوں کے حوالے کیا جائے گا۔ چاہیں تو وہ اس کو بدلہ میں مار ڈالیں یا اس سے خون بہا لے لیں خون بہا ایک سو اونٹنیاں ہیں جن میں تیس ایسی ہوں گی جو تین برس کی ہو کر چوتھے برس میں لگی ہوں تیس وہ ہوں گی جو چار برس کی ہو کر پانچویں برس میں لگی ہوں اور چالیس اونٹنیاں حاملہ ہوں گی۔ اور مقتول کے وارث جس بات پر فیصلہ کریں وہی قاتل پر واجب ہو گی" [1]

دیت کن صورتوں میں واجب ہوتی ہے:

قتل خطاء، قتل قائم مقام خطاء، قتل شبہ عمد اور قتل بالسبب میں دیت واجب ہوتی ہے اور یہ دیتیں قاتل کی مددگار برادری پر واجب ہوتی ہے سوائے باپ کے بیٹے کو قتل کرنے کی صورت میں، اس وقت براہِ راست باپ کے مال میں دیت لازم ہو گی جو کہ تین سال میں واجب الادا ہو گی۔ [2]

---

1 - جامع ترمذی، امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، مترجم مولانا محمد صدیق سعیدی ہزاروی، جلد 2 ص 421، عالمین پریس لاہور 1984ء

2 - فتاویٰ عالمگیری، مجموعہ علماء، جلد نہم ص 332

دیت قاتل کی مددگار برادری پر واجب ہوتی ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"عن المغيرة بن شعبة رضي الله عنه قال: قضى رسول الله صلى الله عليه وسلم بالدية على العاقلة"[1]

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت کا فیصلہ کیا قاتل کے عاقلہ یعنی [مددگار برادری پر]

قتل عمد کے علاوہ باقی تمام اقسام میں دیت مغلظہ واجب ہوتی ہے قاتل کی مددگار برادری پر اور قاتل پر قتل بالسبب کے علاوہ کفارہ بھی واجب ہوتا ہے۔

کفارہ:

کفارہ یہ ہے

ایک مومن غلام کو آزاد کرے اگر اس کی قدرت نہ رکھتا ہو تو پھر قاتل دوماہ کے پے در پے روزے رکھے۔

---

1 - سنن ابن ماجہ، جلد دوم ص876

"وَإِن كَانَ مِن قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللَّهِ"[1]

ترجمہ: اگر وہ ایسی قوم میں تھا جن کے اور تمہارے درمیان معاہدہ ہوچکا ہے تو اس کے گھر والوں کو خون بہا پہنچائے اور آزاد کرے ایک مسلمان گردن اگر کسی کو غلام میسر نہ ہو تو وہ دو ماہ کے لگاتار روزے رکھے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنے کے لیے۔

عورت کی دیت:

عورت کی دیت قتل عمد میں قصاص اور قتل خطاء میں نصف ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ السنن الکبریٰ میں فرماتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عورتوں کے زخموں کی دیت مرد کے زخموں کی دیت سے آدھی ہے خواہ تھوڑے ہوں یا زیادہ[2]

اس طرح حضرت علی اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر مرد کو عورت قتل کرے تو قصاص لیا جائے گا۔

---

1 - معارف القرآن، جلد ثانی ص 512-513

2 - السنن الکبری، امام بیہقی جلد ثامن، کتاب الدیات، ص 96 مطبوعۃ السنۃ ملتان

امام علاء الدین الکاسانی بدائع الصنائع فی الترتیب الشرائع میں فرماتے ہیں۔

اگر عورت ہو تو عورت کی دیت مرد ہے آدھی ہے اس پر صحابہ کا اجماع ہے سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، سیدنا علی، ابن مسعود اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے اور اسی اجماع کے خلاف صحابہ میں سے کسی اور کا قول موجود نہیں۔[2]

علامہ عبدالرحمٰن الجزیری رحمہ اللہ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں فرماتے ہیں کہ

شافعیہ، حنفیہ اور مالکیہ کہتے ہیں کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے۔[3]

این جی اوز کا موقف:

غیرت کے نام پر ہونے والے قتل کے بارے میں مغرب زدہ این جی اوز کا مطالبہ ہے کہ اس کو سنگین ترین جرم قرار دیا جائے اور اس کی سزا میں کوئی رعایت نہیں ہونی چاہیے۔ جسٹس [ر] ناصر اسلم زاہد کی سربراہی میں قائم کردہ خواتین حقوق کمیشن نے اگست 1997ء میں پیش کردہ اپنی سفارشات میں قرار دیا۔

---

1 - احکام القرآن جلد اول، ص139

2 - بدائع الصنائع جلد سابع، ص254

3 - کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ الخبر الخامس، ص370-371

یے مناسب کارروائی کی جائے

پاکستان پیپلز پارٹی کے امریکہ میں سفیر شیری رحمٰن صاحبہ نے قومی اسمبلی میں خواتین کا تحفظ اور ان کو طاقتور بنانے کا بل 2003ء میں پیش کرتے ہوئے یہی مطالبہ دہرایا اور اس پر مزید اضافہ کیا کہ ایسے مجرم کو سزائے موت دی جائے۔

اسی طرح حکومت یعنی وزارت قانون کی طرف سے ایک مسودہ برائے آئینی ترمیم بھی انہی دنوں اسمبلی میں پیش کیا گیا جس میں جرائم غیرت کو وسیع کرتے ہوئے قتل غیرت، کاروکاری اور سیاہ کاری جیسی رسوم کو اس میں شامل کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے ایسے ہی غیرت کے جرائم کو زیادہ سے زیادہ سزا دینے اور دیگر مجرموں کو حاصل رعایت سے الگ قرار دینے کی سفارش بھی اس میں شامل ہے۔ اس قانون میں الہٰی ترمیم بھی تجویز کی گئی ہے جس کی رو سے غیرت کے متعلقہ جرائم میں معافی اور صلح کی سہولت میں فریقین کا اختیار ختم ہو جائے گا۔(2)

انسانی حقوق کے نام پر کئی ملکی اور غیر ملکی تنظیمیں غیرت کے نام پر قتل کے خلاف آواز بلند کرتی رہی لیکن اس مسئلہ کو زیادہ شدت کے ساتھ اس وقت اٹھایا گیا کہ 19 اپریل 1999ء میں

---

1 - تحریک نسواں اور اسلام، پروفیسر ثریا بتول علوی، بحوالہ [رپورٹ باب 6 ص 62]، ص 459 منشورات منصورہ ملتان روڈ لاہور اکتوبر 1998ء

2 - قتل غیرت کی سزا شرعی و قانونی نکتہ نظر، ص 26-27 ماہنامہ محدث لاہور نومبر 2004ء

کرتوت سے واقف ہوئے تو فوراً سمیعہ کا باپ، ماں اور چچا اپنے ملازم حبیب الرحمٰن کے ساتھ لاہور آئے اور دستک میں سمیعہ سے ملاقات کی اور اس کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن جب وہ نہیں مانی تو باپ کے اشارے سے ملازم حبیب الرحمٰن نے اسے قتل کر دیا اس پر دستک کی نگران حنا جیلانی نے اپنے چوکیدار کو بلایا اس نے سمیعہ عمران کے قاتل حبیب الرحمٰن کو ڈھیر کر دیا۔[1]

اس واقعہ کے بعد پاکستان کی سینٹ میں اس کے خلاف قرار منظور نہ ہونے کی بنا پر ملکی اور غیر ملکی ذرائع ابلاغ میں غیرت کے نام پر قتل ایک گرما گرم موضوع کی حیثیت اختیار کر گیا۔ کئی این جی اوز نے سینٹ کے خلاف مظاہرہ کیا۔ تاہم مسئلہ کی اہمیت کے پیشِ نظر اسلامی نظریاتی کونسل نے ایک ورکنگ گروپ تشکیل دی جن کے ارکان درجہ ذیل افراد پر مشتمل تھے۔

جناب جسٹس [ر] شیخ خضر حیات، جناب سید افضل حیدر ایڈووکیٹ جناب مولانا حافظ محمد حسن جان اور جناب مولانا محمد خان شیرانی انہوں نے اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر 28 نومبر 1999ء میں غور کیا کہ اگر کوئی شخص اپنے گھر میں ایسی حالت میں داخل ہو کہ وہ خاتون خانہ کو کسی اجنبی مرد کے ساتھ غیر اخلاقی حالت میں دیکھے تو اسے قتل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر وہ قتل کر دے تو کیا اس کے لیے کوئی سزا تجویز ہو گی یا نہیں؟

---

1 - روزنامہ نوائے وقت 9 اپریل 1999ء بحوالہ تحریک نسواں اور اسلام

معاملات پر غور وفکر کے بعد کونسل اس نتیجہ پر پہنچا کہ :

بدکاری و بے حیائی اور فواحش و منکرات کا ارتکاب اگرچہ کبیرہ گناہوں میں شمار ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ شریعت میں اس کی سزا بھی بے حد سنگین مقرر کی گئی ہے مگر دین اسلام میں کسی شخص کو اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ اپنے کسی عزیزہ یا عزیز کو کسی غیر اخلاقی جرم کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھے تو قانون کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے اسے خود ہی سزا دینا شروع کر دے۔ اس کیفیت میں مشتعل ہو جانا اور غیرت کا مظاہرہ کرنا ایک طبعی بات ہے مگر فواحش و منکرات کو حرام قرار دینے کے باوجود اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ کوئی شخص ماوراءِ عدالت از خود بداخلاقی کے مجرم کو سزا دے۔ لہٰذا اس مجرم کو بھی عدالت ہی میں پیش کیا جائے گا۔ کمیٹی کی رائے میں اس وقت ملک میں اس مسئلہ سے متعلق رائج قانون شریعت کے مطابق ہے اس بارے میں کسی مزید قانون سازی یا ترمیم کی ضرورت نہیں ہے۔

ورکنگ گروپ نے اس رائے کا بھی اظہار کیا کہ اگر کوئی شخص اس طرح اشتعال کی حالت میں کسی کو قتل کر دے تو اس امر کا فیصلہ شواہد یا اعتراف زنا یا قطعی قرینہ کی روشنی میں عدالت کرے گی۔[1]

---

1 - غیرت کی خاطر قتل شرعی نقطہ نظر، سالانہ رپورٹ 1999ء-2000ء اسلامی نظریاتی کونسل حکومت پاکستان اسلام آباد، ص 53-54، ادارہ تحقیقات اسلامی پریس اسلام آباد طبع اول مئی 2000ء

قتل عمد یا خطاء:

پاکستان کے مجموعہ تعزیرات کے مطابق غیرت کے قتل اور فوری اشتعال کے نتیجہ میں کیے جانے والے قتل کو قتل عمد کی بجائے قتل خطا سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ 1860ء سے لے کر اب تک ان قوانین کی تعبیر و تشریح اور اطلاق میں تسلسل پایا جاتا ہے پاکستان کی اعلیٰ عدالتوں کے سینکڑوں فیصلہ جات ریکارڈ پر ہیں جس میں غیرت کے قتل کو قتل عمد نہیں سمجھا گیا۔

غیرت کے نام پر قتل کو نہ صرف پاکستان میں بلکہ عالم اسلام کے کسی بھی ملک میں قتل عمد قرار نہیں دیا گیا۔ حتیٰ کہ وہ اسلامی ممالک جہاں مغرب زدہ طبقہ حکمران ہے وہاں بھی غیرت کے قتل کو قتل عمد سے مختلف سمجھا جاتا ہے اور اس کی سزا میں تخفیف یا استثناء کے اصول کو تسلیم کیا گیا۔

مثلاً اردن کے مجموعہ تعزیرات 1960ء کے آرٹیکل 340 کے الفاظ یہ ہیں:

1- کوئی شخص جو اپنی بیوی یا محرمات میں سے کسی کو کسی دوسرے شخص کے ساتھ بدکاری [زنا] کرتے ہوئے اچانک پکڑے اور وہ ایک یا دونوں کو قتل، زخمی یا مجروح کر دے تو وہ ہر قسم کی سزا سے مستثنیٰ ہے۔

2- کوئی شخص جو اپنی بیوی، ماں دادی وغیرہ میں سے کسی ایک کو یا پھر بیٹی پوتی جسے وارثین میں سے کسی ایک کو یا اپنی بہن کو کسی دوسرے شخص کے ساتھ بستر میں ناجائز حالت میں اچانک پکڑے اور اسے قتل تو وہ سزا میں کمی کی رعایت کا مستحق ہو گا۔

ممالک کے مجموعہ تعزیرات میں شامل ہیں۔

حال ہے۔ مثلاً سپین اور پرتگال میں ایسی دفعات اب تک ان کے قانونی ڈھانچے کا حصہ ہیں۔ اٹلی میں یہ دفعہ 1929ء میں ختم کی گئی اور فرانس میں یہ شق مجموعہ تعزیرات سے 1975ء میں نکال لی گئی۔[1]

مصر کے نامور جج عبدالقادر عودہ شہید نے اپنی مایہ ناز کتاب "اسلام کا فوجداری قانون" میں قاتل کو قتل کی سزا دینے کے لیے اس شرط کو ضروری قرار دیا ہے کہ ہونے والا قتل مبنی برحق نہ ہو اگر مقتول کا قتل ہوناحق ہو تو ایسی صورت میں قاتل کو سزا نہیں دی جائے گی جیسا کہ جلاد کا مجرم کی گردن اڑانا اسے خود قتل کی سزا سے ہمکنار نہیں کرتا کیونکہ اس کا مجرم کو قتل کرنا حق ہے۔[2]

آگے لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص مجرم ہو یا قتل کی سزا کا حق دار ہو مثلاً شادی شدہ زانی کی سزا رجم یعنی قتل ہے۔ اگر کوئی شخص اسے قتل کردے تو قاتل پر قتل کی سزا نہیں بشرطیکہ قاتل قانونی طور پر ان کا اثبات جرم کردے اور اگر نہ کرسکے تو وہ قتل کی سزا پائے گا۔ پہلی صورت میں قانون کو ہاتھ میں لینے کی تعزیری سزا دی جائے گی۔[3]

---

1 - غیرت کا قتل قانونی واسلامی نقطہ نظر، محمد عطاء اللہ صدیقی، ماہنامہ محدث لاہور، جون 1999ء ص 51-53

2 - اسلام کا فوجداری قانون، ص 237

3 - ایضاً، ص 196

صاحبان تواتر سے اظہار خیال کرتے رہتے ہیں مختلف ممالک میں اس پہلو پر مختلف تشریحات ملتی ہیں۔

شام اور لیبیا کے قوانین کے مطابق خاوند، بیٹا، باپ اور بھائی اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، لیکن اردن کے مجموعہ تعزیرات میں چونکہ "محرمات" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور محرمات میں وہ تمام عورتیں شامل ہیں جن سے ایک مسلمان مرد کا نکاح نہیں ہو سکتا لہٰذا اردن میں مذکورہ بالا چار رشتوں کے علاوہ بھی دیگر مجرم مرد غیرت کے جرائم میں سزا کی کمی سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ مصر، کویت اور تیونس کے مجموعہ ہائے تعزیرات نے شادی شدہ عورت کی صورت میں اس رعایت کو صرف خاوند تک محدود رکھا ہے۔ الجیریا کے قانون میں عزت کے جرائم کے ضمن میں خاوند کے ساتھ بیوی کو بھی شامل کیا گیا ہے یعنی اگر ایک بیوی اپنے خاوند کو کسی دوسری عورت کے ساتھ بدکاری کرتے ہوئے دیکھے اور پھر اشتعال میں آکر اسے قتل کردے تو اسے بھی سزا میں کمی یا استثناء کی رعایت ملے گی۔[1]

1- پاکستانی قانون کے مطابق قریبی رشتوں کی مختلف اقسام کو قصاص سے بری الذمہ قرار دیا جاتا ہے جیسے والد، دادا، شوہر اور بیٹے

---

1 - غیرت کا قتل قانونی واسلامی نقطہ نظر، محمد عطاء اللہ صدیقی، ص 52

کے ذریعے مصالحت کی اجازت دیتا ہے۔

3- غیرت کے قتل کے متعلق سزا میں تخفیف یا استثنا مردوں کو ہی نہیں ملتا بلکہ بلکہ عورت بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتی ہے۔[1]

---

1 - غیرت کے نام پر جرائم کے خاتمے کے لیے موثر قانون سازی از عورت فاونڈیشن، ص 2 نومبر 2008ء

اسلام غیرت کے نام پر قتل کی اجازت نہیں دیتا اب اگر کسی نے قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے تو وہ مجرم ہے اور اسے اس کی اجازت نہیں کہ بدکاری کے مجرمین کو خود قتل کردے لیکن اگر کوئی شخص اس جرم کا ارتکاب کرے تو ایسی صورت میں اس کو کیا سزا دی جائے یہ مرحلہ جرم وسزا سے متعلق ہے اب ہم دیکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے زمانے میں کوئی ایسے واقعات پیش آئے تو ان کو کیا سزا دی گئی۔

دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

غیرت کا ایک واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پیش آیا۔ جس کو غزوہ بنی قینقاع کے پس منظر میں بیان کیا جاتا ہے اس غزوہ کے اسباب میں سے ایک سبب وہ واقعہ بھی تھا جو کتب سیرت میں یوں بیان ہوا ہے۔

"بنو قینقاع کے بازار میں ایک یہودی نے اپنی دکان میں کسی مسلمان عورت کا کپڑا اس غرض سے باندھ دیا کہ وہ اٹھے تو اس کا ستر کھل جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس عورت نے بدلہ کے لیے مسلمانوں کو پکارا، ایک مسلم نوجوان نے غیرت میں آکر اس یہودی کو قتل کردیا جس کے نتیجے میں یہود اس پر ٹوٹ پڑے اور انہوں نے بھی اس مسلم نوجوان کو قتل کردیا۔ اس واقعہ سے یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی"[1]

---

1 - سیرۃ النبی، علامہ شبلی نعمانی، ص 411 ، جلد اول، ناشران قرآن لمیٹڈ اردو بازار لاہور 1975ء

وہ مسلمان تلوار لے کر گیا اور اس یہودی کو قتل کر دیا۔ یہود اس کے خون کا مطالبہ لے

اس کا خون رائیگاں قرار دے دیا۔[1]

اس طرح کا ایک اور واقعہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے۔

2- "ایک شخص نے اپنی بیوی کے ساتھ ایک شخص کو ملوث پایا تو اس کو قتل کر دیا۔ مقتول کے ورثا یہ معاملہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے تو انہوں نے اس کے خون کو رائیگاں قرار دیا"[2]

ان واقعات سے یہ بات واضح ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے قتل غیرت کے مجرم کو سزا نہیں دی بلکہ مقتول کا جرم ثابت ہونے پر اس کے خون کو رائیگاں قرار دیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام ایسے قتل کے بارے میں جو غیرت کی بنیاد پر ہوا ہے مجرم کو رعایت دیتا ہے اسلام ایسے مجرم سے جس امر کا مطالبہ کرتا ہے وہ یہ ہے کہ اس بدکاری کا ثبوت لائے اور اگر ثبوت نہ ملے تب وہ سزا کا مستحق ہے۔

---

1 - فقہ عمر، ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی، مترجم ساجد الرحمٰن صدیقی، ص211 ادارہ معارف اسلامی منصورہ لاہور، جنوری1990ء

2 - قتل غیرت کی سزا، شرعی وقانونی نکتہ نظر، حافظ حسن مدنی ماہنامہ محدث لاہور، ص50 بحوالہ المحلی جلد ہشتم، ص252

وہ ثبوت مہیا کردے تو اس کو قتل کا مجرم نہیں سمجھا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جرم کی طرف سے اس کا ثبوت مہیا کرنا گویا مقتولین کو جرم میں ملوث ثابت کرنا ہے اور ان کا جرم میں ملوث ہونا اس کے لیے گنجائش پیدا کردیتا ہے کیونکہ یہ قتل دراصل ایک اور جرم کا ردعمل ہے۔

وہ افراد جن کا قتل رائیگاں ہے، کی بحث میں عودہ شہید لکھتے ہیں "شادی شدہ زانی اگر اسے قتل کردیا جائے تو مالکیہ، حنابلہ اور احناف کے نزدیک قاتل پر [قتل کی] سزا نہیں ہے جب کہ شافعیہ کی رائے یہ ہے کہ اس کو تدریجاً اس سے روکنا ضروری ہے اگر نہ رکے تب قاتل پر کوئی سزا نہیں ہے، جہاں تک بدکاری میں ملوث کنوارے مرد وزن کا تعلق ہے تو ایسی صورت میں گناہ گار ہونے کے ناطے یعنی معصوم نہ ہونے کی بناپر ان کے قاتل کو سزائے قصاص میں رعایت ملے گی اور یہ رعایت دیت یا تاوان کی صورت میں ہوسکتی ہے"[1]

---

1 - اسلام کا فوجداری قانون، ص640

اسلام ایک عالمگیر دین ہے جس میں ہر ذی روح کے لیے حقوق متعین کیے گئے ہیں۔ خواہ وہ انسان ہو یا جانور، ہر ایک کو کچھ حقوق عطا کیے گئے ہیں۔ اور ایذاء انسان کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ حتی کہ جانوروں کو بھی بلاوجہ قتل کرنا اسلام میں حرام قرار دیا گیا ہے۔ حتی کہ جانوروں کو بھی بلاوجہ قتل کرنا اسلام میں ناجائز ہے اور ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کو قتل کردینے کے مترادف ہے۔

اسلام نے عورتوں کو بے پناہ حقوق دے کر ایک معزز اور مقدس روپ عطا کیا ہے۔

چودہ سو سال پہلے کے عرب عرب بدو اور آج کے ایسے باپ بھائی، شوہر میں کیا فرق ہے جو غیرت کے نام پر اپنی بیٹی بہن یا بیوی کا قتل کردیتے ہیں۔ وہ بھی اپنی عزت وناموس کے لیے قتل کرتے تھے۔ اور آج کے نام نہاد مسلمان بھی اسی کو وجہ بنا کر قتل کردیتے ہیں۔ اسلام میں غیرت کے نام پر قتل کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے بلکہ اس گناہ کا ارتکاب کرنے والے کے لیے سخت سزائیں متعین کی گئی ہیں اور معاشرتی اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ اسلام کے ان زرین اصولوں کو عملی صورت میں معاشرے میں نافذ کیا جائے۔

یہ معاشرتی فساد کو روکے رکھنے کا موثر اور واحد حل ہے اور درحقیقت قصاص ودیت جیسے اصولوں میں انسان کی خوشحال زندگی کا راز مضمر ہے۔

اگر معاشرے میں غیرت کے نام پر کیے جانے والے قتل کو روکنا مقصود ہے تو اس کا واحد حل قتل کے لیے مقرر کردہ اسلامی سزاوں پر عمل درامد ہے۔

1- القرآن الکریم

2- احکام القرآن از علامہ ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی، مترجم مولانا عبدالقیوم، ناشر شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اشاعت دسمبر 1999ء

3- اخلاق اور فلسفہ اخلاق از مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، رحمہ اللہ ناشر خالد مقبول پبلیشرز لاہور اشاعت 1976ء

4- اردو دائرہ معارف اسلامیہ، مجموعہ علماء زیرِ اہتمام دانش گاہ پنجاب لاہور، اشاعت 1971ء

5- اسلام اور مذاہب عالم مطالعہ تقابل ادیان از ملک کریم بخش ناشر شیخ محمد بشیر اینڈ سنز اردو بازار لاہور

6- اسلام قانون اور مظلوم پاکستانی عورت از محبت حسین اعوان، ناشر مکتبہ بخاری گلستان کالونی کراچی اشاعت بار اول اکتوبر 2002ء

7- اسلام کا تصور جرم و سزا از خورشید احمد ندیم ناشر عالمی ادارہ تحقیقات اسلامی ایف 10/2 اسلام آباد اشاعت 1997ء

8- اسلام کا فوجداری قانون از عبدالقادر عودہ شہید مترجم ساجد الرحمٰن کاندھلوی ناشر اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور اشاعت مارچ 1979ء

9- اسلام کا نظام عفت و عصمت از مولانا محمد ظفر الدین ناشر دار الاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی اشاعت مئی 1975ء

10- اسلام کا تصور جرم و سزا از ڈاکٹر شہزاد اقبال شام، ناشر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

11- اسلامی انسائیکلوپیڈیا از محبوب عالم ناشر الفیصل ناشران و تاجران کتب اردو بازار لاہور، نومبر 1992ء

12- الاشباہ والنظائر از ابن نجیم ناشر دار الفکر بدمشق اشاعت 1403 ہجری

13- اشعۃ اللمعات بشرح المشکاۃ از مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی، مترجم علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی ناشر فرید بک سٹال اردو بازار لاہور اشاعت اکتوبر 1989ء

14- بدائع الصنائع از علاء الدین بن مسعود الکاسانی، ناشر مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، اشاعت 1400 ہجری

15- بلوچی ادب ثقافت از سلیم خان گمی ناشر مطبوعات النساء پٹیل روڈ کوئٹہ اشاعت ثانی 1990ء

16- بہجۃ المھتدیٰ لایضاح الترمذی از فرید احمد حقانی بالاکوٹی ناشر جامعہ رحمانیہ محمدیہ اقبال ایونیو سیٹ سیمنٹ کالونی لاہور اشاعت دسمبر 2004ء

17- پاکستانی مسلمانوں کے رسم و رواج از شاہد حسین رزاقی ناشر سنگ میل پبلی کیشنز لاہور 1996ء

بیروت اشاعت 1405ہجری

19- تحریک نسواں اور اسلام از پروفیسر ثریا مقبول علوی، ناشر منشورات منصورہ ملتان روڈ لاہور اشاعت اکتوبر 1998ء

20- تعزیر فی شریعہ اسلامیہ از ڈاکٹر عبدالعزیز ناشر ادارہ معارف اسلامی کراچی اشاعت 1985ء

21- تفسیر ابن کثیر از حافظ عماد الدین ابوالفداء ابن کثیر، مترجم خطیب الہند مولانا محمد جوناگڑھی، ناشر مکتبہ تعمیرِ انسانیت اردو بازار لاہور

22- تفسیر الجلالین للقرآن العظیم شرح کمالین مترجم مولانا محمد نعیم صاحب، ناشر مکتبہ شرکت علمیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

23- تفسیر مظہری از علامہ قاضی محمد ثناء اللہ امرتسری عثمانی مترجم مولانا سید عبدالکریم الجلالی، ناشر سعید ایم۔ ایچ۔ کمپنی پاکستان چوک کراچی اشاعت جنوری 1980ء

24- تفہیم القرآن از ابوالاعلیٰ مودودی، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، اشاعت اول جولائی 1994 ثانی مارچ 2003ء

25- ٹریننگ ماڈیول، غیرت کے نام پر جرائم کی روک تھام، شعبہ سماجی وانسانی ترقی نیشنل رورل سپورٹ پروگرام اسلام آباد اشاعت 2009ء

عالمین پریس لاہور 1984ء

27- حجۃ اللہ البالغہ از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مترجم عبدالرحیم ناشر تعمیر پرنٹنگ پریس لاہور 1983ء

28- دین رحمت از شاہ معین الدین، ناشر ایجوکیشن پریس کراچی اشاعت 1967ء

29- رسالہ القشیریہ از امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری مترجم مولانا محمد صدیق ہزاروی ناشر مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور اشاعت مئی 2009ء

30- ریاض الصالحین از امام ابوزکریا محی الدین مترجم محمد محی الدین جہانگیر ناشر شبیر برادرز اردو بازار لاہور، اشاعت 2008ء

31- زاد المعاد فی ھدی خیر العباد از ابن قیم الجوزیہ، نفس اکیڈمی اسٹریچن روڈ کراچی، طبع ششم مارچ 1982ء

32- سندھ کی عورت ظلم کی چکی میں کب تک پستی رہے گی از اشرف مغل سنڈے میگزین ملتان 8 فروری 2004ء

33- سنن ابن ماجہ از امام حافظ ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ مترجم مولانا عبدالحکیم خان ناشر سندھ ساگر پرنٹرز لاہور اشاعت 1983ء

43- غیرت کا تاریک پہلو از رابعہ علی مترجم افتخار محمود ناشر شرکت گاہ لاہور اشاعت 2001ء

44- غیرت کا قتل تہذیبی قانونی اور اسلامی اقدار کی روشنی میں از محمد عطاء اللہ صدیقی ماہنامہ محدث لاہور اشاعت جون 1999ء

45- غیرت کہاں ہے تو؟ از ڈاکٹر عبدالقدیر خان، روز نامہ جنگ اسلام آباد اکتوبر 2009ء

46- غیرت کی خاطر قتل شرعی نقطہ نظر، سالانہ رپورٹ 1999ء-2000ء، اسلامی نظریاتی کونسل حکومت پاکستان اسلام آباد ناشر ادارہ تحقیقات اسلامی پریس اشاعت طبع اول مئی 2000ء

47- غیرت کے نام پر قتل کا ناسور 21 صدی میں از رپورٹ عنبرین فاطمہ کراچی www.google.com

48- فتاوی عالمگیری، مجموعہ علماء طبع نول کشول لکھنو [بھارت]

49- فتح الباری، حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، اشاعت 1401ء

50- فرہنگ آصفہ از سید احمد دہلوی ناشر سنگ میل پبلی کیشنز چوک اردو بازار لاہور

51- فقہ عمر از ڈاکٹر محمد رواس قلعجی مترجم ساجد الرحمٰن صدیقی ناشر ادارہ معارف اسلامی منصورہ لاہور، اشاعت جنوری 1990ء

52- قانون قصاص ودیت ایک تجزیہ، مجموعہ جج صاحبان ناشر ریسرچ سیل ویمن ایڈ ٹرسٹ اشاعت اکتوبر 2011ء

53- قتل غیرت از محمد عبدالمنیب ناشر مشربہ علم وحکمت ندیم ٹاون ملتان روڈ لاہور، اشاعت 1427 ہجری

54- قتل غیرت کی سزا شرعی و قانونی نکتہ نظر از حافظ حسن مدنی ماہنامہ محدث لاہور بحوالہ المحلی

55- کتاب الاختیار از سلامت علی خان بعنوان اسلامی قانون فوجداری، مترجم عبد السلام ندوی ناشر مکتبہ امدادیہ ملتان

56- کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ از عبدالرحمٰن الجزیزی مترجم منظور احسن عباسی ناشر مکتبہ جدید پریس لاہور، اشاعت چھٹا ایڈیشن 2000ء

57- کورٹ میرج کی شرعی اور قانونی حیثیت از مسز طلعت نسیم [تخصص اسلامک لاء] علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، اشاعت 2005ء

59- مشکاۃ المصابیح از امام ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب العمری مترجم مولانا عبدالحلیم علوی ناشر مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور

60- معارف القرآن از مولانا محمد شفیع عثمانی، ناشر ادارہ المعارف کراچی تاریخ طباعت رمضان المبارک 1400ہجری مطابق 1980ء

61- ہدایہ اولین از ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی ناشر مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان